آئینے کے رُوبرُو

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

نبیلہ عزیز

نبیلہ ابر راجہ

آئینے کو درد دکھانا

"فبای الاء ربکما تکذبن۔" (تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے)

زمین خوش الحانی سے تلاوت کر رہی تھی۔ سفید دوپٹے کے ہالے میں اس کا پرکشش چہرہ اور بھی پیارا لگ رہا تھا۔ تلاوت کلام پاک تو وہ روز ہی کرتی تھی مگر رحل کو وہ آج جانے کیوں معمول سے ہٹ کر لگ رہی تھی نئی نئی اور پیاری سی۔ اس کا چہرہ کیسے دمک رہا تھا۔

زمین نے تلاوت کرنے کے بعد قرآن جزدان میں لپیٹا۔ رحل ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہی تھی، وہ جھینپ سی گئی۔ رحل کل ہی حویلی پہنچی تھی۔ اس کے امتحان ہو چکے تھے۔ آج کل اس کی چھٹیاں تھیں۔ حویلی کی ساری لڑکیاں رحل پہ بہت رشک کرتی تھیں کیسی خوابوں جیسی زندگی تھی اس کی کم از کم انہیں تو خوابوں جیسی ہی لگتی تھی۔ حویلی کی بلند دیواروں سے باہر کی فضا کیسی جیتی جاگتی اور زندہ تھی۔ رحل اسی فضا میں ہی تو سانس لیتی تھی۔ روایات کی صدیوں قیود سے باہر اپنی مرضی سے جیتی تھی۔

مکمل ناول

"کیا بات ہے اتنے غور سے کیوں دیکھ رہی ہو؟" وہ تخت سے اتر کر اس کے قریب آ گئی۔

"دیکھ رہی ہوں کہ آپ پہلے سے کتنی حسین ہو گئی ہیں۔ آخر راز کیا ہے۔" وہ اپنی نگاہیں ابھی تک زمین پہ جمائے ہوئے تھی۔

"کیا راز ہونا ہے یہ تمہارا حسن نظر ہے کہ میں تمہیں پہلے سے حسین نظر آ رہی ہوں۔" وہ عام سے انداز میں کہہ رہی تھی۔ رحل ہنس دی۔

"نہیں بتانا تو نہ بتائیں ویسے ایک بات کہوں میں اگر لڑکا ہوتی تو جھٹ اس وقت آپ سے اظہار محبت کر دیتی۔"

زمین کا چہرا اس کی بات پہ تاریک سا ہو گیا وہ رخ موڑ کر کھڑکی کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ کتنی دیر بے معنی سی خاموشی طاری رہی تو رحل تنگ آ کر کمرے سے نکل گئی۔

زمین فاروق گیلانی کی اکلوتی بیٹی تھی۔ رحل سے پورے گیارہ سال بڑی وہ اس سال پورے تیس برس کی ہوئی تھی مگر کہیں سے بھی تیس کی لگتی نہیں تھی، وہ بغور خود کو آئینے میں دیکھ رہی تھی۔ بہت سال پہلے جب ہاشم کا انتقال ہوا تو تب ہی اسے قسمت کے لکھے کو قبول کر لینا پڑا تھا۔ اسے پتہ تھا وہ سہاگن نہیں کہلا سکے گی۔ اس کے ہاتھوں پہ اب کبھی مہندی نہیں رچے گی نہ وہ دھنک رنگوں کو چھو سکے گی ہاشم اس کا منگیتر تعلیم کی غرض سے کینیڈا جا رہا تھا اس کا جہاز کریش ہو گیا تھا۔

تب سے زمین کے سر سے ست رنگی دوپٹہ اتار کر سفید چادر اوڑھا دی گئی تھی، سرخ و سفید گلابیاں چھلکاتی رنگت نازک ہاتھ پاؤں، روشن آنکھیں۔ چلتی تو جیسے پورے بدن میں بجلیاں کوندتی محسوس ہوتیں۔ اس امنگوں بھرے دل میں صحرا کی سی کیفیت تھی۔ پر صحرا میں بھی تو اکا دکا پھول کھلے نظر آ ہی جاتے ہیں اور مسافر کو لگتا ہے نخلستان تھوڑے ہی فاصلے پہ ہے بس چند قدم اور آگے ٹھنڈے میٹھے پانی کا چشمہ ہو گا۔

زمین کو بھی صحرا میں نخلستان کا پتہ مل گیا تھا۔

قد آدم آئینہ اس کے ایک ایک خطوط کو واضح کر کے دکھا رہا تھا زمین کو آج کل ہر چیز کچھ کہتی محسوس ہوتی تھی آئینہ بھی تو یہی کہہ رہا تھا "زمین تیری پیاس بجھنے والی ہے یہ بے ثمر موسم اب ختم ہونے کو ہے۔ یہ زلفوں کے گھنے بادل کسی کے دل کو جکڑ لینے کے لیے بنے ہیں ان آنکھوں میں بے خواب رتجگوں کے عذاب اب نہیں اتریں گے۔" آنکھیں بند کیے وہ کسی اور ہی جہان میں پہنچی ہوئی لگ رہی تھی۔ دروازے پہ آہٹ ہوئی تو چونک کر ہڑبڑائی اور فوراً نیچے پڑا دوپٹہ اٹھا کر پھرتی سے اپنے ارد گرد لپیٹا۔

آنے والی گوہر تھیں، زمین کی چھوٹی چچی۔ ان کی آنکھیں سوجی سوجی سی لگ رہی تھیں۔ حویلی میں رہنے والی عورتوں کے دکھ ایک جیسے تھے۔ وہ کیسے نہ واقف ہوتی۔

گوہر اور ایوب گیلانی کی بیٹی عاصمہ کا رشتہ اگلے جمعے اپنے کزن کے ساتھ طے ہو رہا تھا۔ عاصمہ محض [illegible] چالیس [illegible] کر رہا تھا۔ عاصمہ کو عامر کی تیسری بیوی بننے کا اعزاز حاصل ہو رہا تھا۔ عامر کی دوسری بیوی ابھی تین ماہ پہلے ہی فوت ہوئی تھی۔ پہلی تو بڑھاپے کی آمد اور جوانی کے خاتمے کے بعد اس کے دل سے اتر گئی تھی۔ عامر گیلانی کا رشتہ فوراً "منظور" کر لیا گیا تھا کیونکہ اس نے صاف واضح الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ اسے عاصمہ کی جائیداد اور حصے سے کوئی سروکار نہیں ہو گا۔ یہ بات [illegible] تھی کہ نظر انداز کر دی جاتی۔

"آئیں چچی بیٹھیں۔" زمین نے صوفے کی طرف اشارہ کیا مگر انہوں نے سنی ان سنی کر دی۔

"تم ہی آ کر سمجھاؤ اسے۔" ان کا اشارہ عاصمہ کی طرف تھا۔

"کیوں کیا ہوا؟" اس نے تجاہل عارفانہ کا مظاہرہ کیا۔

"رو رو کر ہلکان ہو رہی ہے، کہتی ہے عامر سے شادی نہیں کرنی۔" گوہر آواز دبا کر بولیں "گر اس کے

باپ اور تایا کو خبر ہو گئی تو وہ بلا تامل اسے جان سے مار دیں گے نادان لڑکی! زندگی کی قدر و قیمت سے نہیں واقف۔" گوہر کی آواز باوجود ضبط کے بھرا گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

رحل برآمدے سے گزری تو عاصمہ کوریڈور کی طرف جاتی نظر آئی اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ سی تھی نہ جانے کیوں رحل بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ ٹوہ لینا رحل کی فطرت میں نہیں تھا مگر عاصمہ کی حرکات ہی ایسی تھیں کہ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اس کی طرف دھیان دینے پہ مجبور ہو گئی۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر عاصمہ نے [illegible] سے دروازہ بند کر دیا تو رحل باہر ہی کھڑی رہ گئی۔

جب رحل پانچ سال کی تھی تو بابا جان اس کی تعلیم کی خاطر لاہور منتقل ہو گئے تھے تب سے تایا جان اور دونوں چچا سمیت اکثر خاندان والے ان سے اکھڑے اکھڑے رہتے تھے، حالانکہ افتخار گیلانی نے رحل سے [illegible] روایات کی پوری پوری پاسداری کرائی تھی حویلی [illegible] حدود میں قدم رکھتے ہی اس نے [illegible] کزنز کی طرح نقاب لینا شروع کر دیا تھا۔ عالیہ اور افتخار نے حویلی کی روایات اپنی طرف سے پورے طور پہ رحل کو گویا گھول کر پلانے کی کوشش کی تھی۔ پھر بھی رحل جب چھٹیوں میں حویلی آتی تو [illegible] سب کا امتیازی سلوک اسے بری طرح کھلتا۔ تایا اور دونوں چچاؤں کا سلوک درپردہ [illegible] سرد ہوتا تمام کزنز بھی اس سے دور دور رہتیں۔

میٹرک کے بعد بابا جان نے جب اسے کالج میں داخل کرایا تو فاروق اور سہیل سمیت ایاز نے بھی ان کا تقریباً "بائیکاٹ" کر دیا۔ افتخار نے وعدہ کیا کہ جونہی رحل گریجویشن کر لے گی، وہ واپس حویلی آ جائیں گے۔ فاروق اور سہیل دانت پیس کر رہ گئے تھے۔ افتخار نے شہر میں اپنا اچھا خاصا کاروبار شروع کر رکھا تھا۔ عالیہ افتخار کی بیوی اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھیں، کروڑوں کی جائیداد انہیں وراثت میں ملی تھی۔ وہ اس کے علاوہ وہ شوگر ملز کی بھی مالک تھیں۔ اس لیے بھی فاروق اور سہیل کچھ کر نہ پاتے تھے۔

حویلی کی کسی بھی لڑکی نے سوائے رحل کے کالج یونیورسٹی کی شکل تک نہیں دیکھی تھی گاؤں میں مڈل تک اسکول تھا ساری کزنز نے وہیں سے پڑھا تھا۔ اعلیٰ تعلیم کے دروازے ان کے لیے بند تھے۔ لڑکوں پہ ایسی کوئی پابندی نہیں تھی سارے کے سارے شہر کے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں پڑھ رہے تھے۔ فاروق کو اپنی نسلی روایت اور عادات پہ فخر تھا۔ ان کی بات پتھر پہ لکیر تھی جو کہہ دیتے، ہو کر رہتا ان کے ہاں خاندان سے باہر شادی کرنے کا قطعی کوئی رواج نہ تھا۔ مگر یہ حکم صرف لڑکیوں عورتوں کے لیے تھا۔ اگر ان کے جوڑ کے لڑکے خاندان میں ہوتے تو ٹھیک ورنہ دوسری صورت میں حویلی کی بلند دیواروں کے پیچھے ہی وہ گھٹ گھٹ کر زندگی کے دن پورے کرتیں۔ خاندان میں شادی کی صورت میں جائیداد کے حصے بخرے ہونے سے بچ جاتے۔ زمینوں جائیدادوں کے دم سے ہی تو ان کی عزت تھی۔

فاروق اور سہیل کی بڑی بہن صفورا خاندان میں رشتہ نہ ہونے کی وجہ سے بیٹھے بیٹھے بوڑھی ہو گئی تھیں، خود سہیل کی بیٹی زمین پھوپھی جیسی بنجر زندگی گزار رہی تھی کیونکہ اس کے منگیتر کا انتقال ہو چکا تھا اب کسی طرح بھی اس کی شادی نہیں ہو سکتی تھی، کیونکہ یہ بھی حویلی کی روایت تھی کہ ایک بار جس لڑکی کے نام کے ساتھ کسی کا نام وابستہ ہو جاتا تو پھر ہر حال میں اسے اسی کے نام پہ زندگی گزارنی پڑتی وہ بھول کر بھی کسی اور مرد کا نام لبوں پہ نہیں لا سکتی تھی۔ ان کے گھرانے میں مہو نے ایسی جرات کی تھی اور اسے اس جرات کا نتیجہ لرزہ خیز انداز میں بھگتنا پڑا تھا۔ اس جرم کے نتیجے میں اسے کاری کر کے مار دیا گیا تھا۔ باپ اور بھائیوں نے بندوقوں سے اتنی گولیاں ماری تھیں کہ چہرہ تک مسخ ہو گیا تھا۔

محسنہ صفورا سے چھوٹی تھیں اور مہو محسنہ کی ہی بیٹی تھی۔ اس کی بات اپنے نو سال چھوٹے عمر کے

ساتھ طے تھی اسے یہ فیصلہ پسند نہیں آیا۔ وہ بہت کم سن ہی تھی جب راحیل سے اتفاقیہ ٹکراؤ ہوا۔ یہ ٹکراؤ لگاؤ میں بدل گیا بس مہو ییں پہ ۔۔۔ بھول ہوئی تھی جوانی کا جوش تھا یا محبت کی طاقت کہ اس نے ببانگ دہل کہہ دیا مجھے اپنے سے نو سال چھوٹے عمر سے رشتہ نہیں منظور۔ فاروق نے بغاوت کے سرچشمے کا سراغ لگا لیا یہ راحیل آفریدی تھا۔ آفریدی بھی ان سے کم نہیں تھے، ٹکر لینا یا مقابلہ کرنا آسان نہیں تھا لہٰذا راحیل کو کارو اور مہو کو کاری قرار دے دیا گیا یہ فیصلہ گیلانیوں کے جرگے نے کیا تھا۔ اس فیصلے سے پہلے ہی مہو اور راحیل کو مار دیا گیا۔ آفریدی دانت پیسنے اور خون کے گھونٹ پینے کے سوا کچھ نہ کر سکے چونکہ معاملہ لڑکی کا تھا اس لیے وہ کچھ نہ کر سکتے تھے مجبوراً چپ ہو گئے۔ مگر اندر ہی اندر انتقام کے شعلے بھڑک رہے تھے۔

☼ ☼ ☼

عالیہ اور افتخار فاروق کے سامنے متفکر انداز میں بیٹھے ہوئے تھے۔ پاس ہی سہیل، ایاز اور ان کی بیویاں بھی تھیں۔ فاروق کی آنکھوں میں رعونت اور غصہ محسوس کیا جا سکتا تھا۔

"تم نے اپنی مرضی کر لی، سارے خاندان سے ٹکر لے کر اپنی بیٹی کو پڑھایا گاؤں سے شہر میں جا بسے، بے غیرتی کی زندگی کو اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہم پھر بھی چپ رہے۔"

"بھائی جان! میں نے کون سی بے غیرتی کی ہے۔" افتخار غصے سے بل کھا کر رہ گئے۔ خود عالیہ کی بھی کیفیت تھی۔

"میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا بس یہ کہنا ہے کہ تم اب حویلی آ جاؤ تمہاری بیٹی جوان ہو گئی ہے میں اس کے فرض سے جلد فارغ ہونا چاہتا ہوں بلکہ میرا خیال ہے عاصمہ کے ساتھ اس کا رشتہ بھی طے کر دیا جائے۔" فاروق مضبوط لہجے میں کہہ رہے تھے۔ ان کے حکم سے کسی کو بھی سرتابی کی جرات نہیں تھی۔

عالیہ اور افتخار دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے۔

"اس نے جتنا پڑھ لیا کافی ہے اب باقی لڑکیوں کی طرح اپنا گھر سنبھالے گی۔" وہ یہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ آہستہ آہستہ باقیوں نے بھی ان کی تقلید کی اور ایک ایک کر کے کمرے سے نکلنے لگے۔

نیند افتخار کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ خود عالیہ بے چینی سے کروٹیں بدل رہی تھیں۔ فاروق گیلانی کی باتوں نے ان کا سکون لوٹ لیا تھا۔ اس طوفان کے آنے کا اندازہ تو انہیں بہت پہلے سے تھا مگر جب اس طوفان نے ان کے گھر کا رخ کر لیا تھا تو بچاؤ کی صورت نظر ہی نہیں آ رہی تھی۔ افتخار رحل کے بہتر اور روشن مستقبل کی خاطر ہی شہر میں منتقل ہوئے تھے۔ حویلی کے کالے قانون انہیں پسند نہیں تھے بہت ساری باتوں میں انہیں اپنے بھائیوں سے اختلاف بھی تھا، پر انہوں نے کھل کر بولنے کی جرات نہیں کی تھی وہ نہیں چاہتے تھے رحل کا مقدر بھی دیگر لڑکیوں کی طرح سیاہ ہو۔ انہیں زمین و جائیداد سے زیادہ رحل کی خوشی عزیز [illegible]

"عالیہ! [illegible]" ان کی متفکر آواز نے توڑا۔

"جی۔" عالیہ اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

"بھائی جان کی باتیں سنی ہیں۔"

"ہاں۔" وہ مختصراً کہہ کر چپ ہو گئیں۔

"مجھے رحل دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر عزیز ہے اس کے لیے میں زندگی تک قربان کر سکتا ہوں میری بیٹی بہت حساس ہے دنیا کے مکر و فریب کا اسے پتا ہی نہیں ہے۔ میں نہیں چاہتا وہ زمین جیسی مجبور زندگی گزارے یا پھر مہو جیسے بھیانک انجام سے دوچار ہو، مجھے تو عاصمہ کی تباہی بھی نظر آ رہی ہے۔ اپنے بھائیوں کی سنگ دلی اور خود غرضی پہ حیرت ہوتی ہے۔" شدت جذبات سے ان کی آواز بھرا گئی۔

"افتخار! کل ہی لاہور چلتے ہیں وہاں اس مسئلے کا حل سوچیں گے آپ کس طرح فاروق اور سہیل بھائی کو قائل کریں اگر کوئی اچھا رشتہ ہوا تو دونوں مل کر

[illegible]

"اب اپنی حویلی میں سوائے یاسر کے کون رہ گیا ہے اور وہ ہیں ان سے تم بھی واقف ہو وہ کسی طرح بھی ہماری رحل کے لائق نہیں ہیں۔" افتخار آواز دبا کر بول رہے تھے۔ یاسر، افتخار کے کزن کا بیٹا تھا پیدائشی ایب نارمل تھا جسم تو بڑھ گیا تھا پر دماغ بچوں والا تھا۔

"افتخار! آپ ٹھیک کہتے ہیں پھر رحل شروع سے ان ہنگاموں سے دور رہی ہے اسے ان سازشوں کے بارے میں پتہ ہی نہیں ہے جن کے تانے بانے حویلی میں بیٹھ کر بنے جاتے ہیں۔ مجھے فکر کی وجہ سے نیند ہی نہیں آ رہی نہ جانے اب کیا ہو گا۔"

"چلو اللہ بہتر کرے گا صبح اٹھ کر نکلنے کی تیاری کرتے ہیں۔" افتخار نے لائٹ بند کر دی۔ آنکھیں بند کیے ہوئے وہ اب بھی فاروق گیلانی کی باتوں کے بارے میں سوچ رہے تھے۔

☼ ☼ ☼

افتخار صبح لاہور جانے کی تیاریوں میں تھے فاروق گیلانی نے انہیں [illegible] اور عامر گیلانی کے رشتوں کے [illegible] میں ہونے والی رسمی [illegible] کے لیے روک لیا تھا۔ ویسے بھی صرف دو دن کی بات تھی۔ زنان خانے میں چہل پہل سی تھی لڑکیاں کپڑے منتخب کر رہی تھیں۔ خود رحل پرجوش ہو رہی تھی۔ مگر عاصمہ کی افسردہ کیفیت اور خاموشی اس کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ اس نے [illegible] رنگ کا سوٹ بنایا تھا۔ بڑا [illegible] اور نفیس سا کام تھا اس پہ وہ کپڑے اٹھائے عاصمہ کے کمرے میں چلی آئی تاکہ اس کی رائے لے سکے۔

عاصمہ آنکھوں پہ ہاتھ رکھے سیدھی لیٹی ہوئی تھی۔

"عاصمہ! یہ دیکھو میرا سوٹ۔" اس نے اسے تقریباً جھنجھوڑ کر اٹھایا۔

"پیارا ہے۔" وہ عام سے لہجے میں بولی۔

"یار! پرسوں منگنی کی تقریب کو نکاح کی تقریب میں بدلنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں اس لیے میں نے پیور ریڈ سوٹ بنوایا ہے۔ مجھے ابھی ابھی پتہ چلا ہے کہ پرسوں نکاح ہو گا۔" وہ عاصمہ کو اب شرارتی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اپنی طرف سے اس نے عاصمہ کو سرپرائز دیا تھا۔ مگر اس وقت وہ پریشان ہوئی جب دیکھتے ہی دیکھتے عاصمہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

"تم رو کیوں رہی ہو؟" کپڑوں والا ہینگر اس کے ہاتھ سے گر گیا۔

"تمہیں خوشی نہیں ہے، تمہاری شادی ہو رہی ہے۔"

"اگر میری جگہ تم ہوتیں تو پھر پوچھتی کہ تم خوش ہو یا نہیں، میری زندگی میں اب کبھی خوشی کا گزر نہیں ہو گا۔ تازہ ہوا کے سارے راستے بند کر کے پوچھتے ہو سانس کیسے لے رہے ہو۔" وہ ہذیانی انداز میں کہہ رہی تھی۔ اس کے لہجے میں اتنا زہر تھا کہ رحل یک ٹک اسے دیکھتی رہ گئی۔ "باپ کی عمر کے شخص کو شوہر کے روپ میں دیکھنا پل صراط پہ چلنے کے برابر ہے میرے لیے۔ مجھے چھوڑ دو اکیلا! خدارا مجھے اکیلا چھوڑ دو، چلی

جاؤ۔" اس نے رحل کو زور سے دھکا دیا۔ سنبھلنے کی کوشش میں اس کا سر دروازے سے جا ٹکرایا اور چند ثانیے کے لیے آنکھوں کے آگے ترمرے ناچنے لگے۔ عاصمہ چہرا ہاتھوں میں چھپائے رو رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

جمعے کے روز حویلی میں گہما گہمی سی تھی۔

عاصمہ کے ہونے والے دولہا کو نکاح کے بعد رحل نے دیکھا تو اسے عاصمہ کی افسردگی اور رونے کی وجہ بھی سمجھ میں آگئی۔

اس کی زندگی میں بہت بڑی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ ایک زندان سے نکل کر دوسرے میں جانا تھا۔

رحل نے دونوں کو غور سے دیکھا۔ عاصمہ منہ بند کلی تھی، چڑھتی ندی کی مانند پرشور اس کی اٹھان غضب کی تھی۔ گیلانی کی شخصیت عاصمہ کے سامنے دبی دبی سی لگ رہی تھی۔ رنگت سرخ و سفید اور فربہی مائل جسم کے ساتھ کھڑے کھڑے نقوش عاصمہ کے لیے پھر ایسے بھی قابل قبول نہیں تھے۔

رحل اس سراسر بے جوڑ شادی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ نکاح کے بعد کھانا ہوا تو رخصتی کی تیاری شروع ہوگئی۔ عاصمہ کے علاوہ سب ہی رو رہے تھے۔ خشک آنکھوں اور بے تاثر چہرے کے ساتھ وہ پتھر کی بے جان سی مورتی لگ رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

عالیہ اپنے سامان کو دیکھ رہی تھیں جو ملازمہ نے ابھی ابھی ان کے سامنے پیک کیا تھا۔ افتخار باہر مردانے میں تھے۔ رحل زمین کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ عالیہ اندر کمرے میں اکیلی تھیں۔ ابھی ڈیڑھ دو گھنٹے میں انہیں نکل جانا تھا۔ افتخار اٹھ کر ان کے پاس آئے تو عالیہ نے بتایا کہ رحل عاصمہ کے ولیمے کے بعد آئے گی۔ اپنی طرف سے انہوں نے اطلاع دی تھی۔

"مجھے پتہ ہے تم بس نکلنے کی کرو۔ وہ پرسوں تک آجائے گی ڈرائیور چھوڑ جائے گا۔" وہ بازو پہ بندھی رسٹ واچ میں ٹائم دیکھ رہے تھے۔

"ولیمے میں مل کر آتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے میں بھی بھائی جان کو بتاؤں کہ نکل رہا ہوں۔" وہ بڑے بھائیوں کے پاس چلے آئے۔

سب سے مل کر دونوں گاڑی میں آبیٹھے۔ رحل اس وقت تک دونوں کو دیکھتی رہی جب تک گاڑی نظر آتی رہی۔ دل بے وجہ پریشان سا تھا۔ کسی انہونی کا دھڑکا سا لگا ہوا تھا۔ وہ خود ہی ضد کر کے دو دن کے لیے رکی تھی کہ عاصمہ کے ولیمہ میں جانا ہے۔ مگر نہ جانے کیوں ان دونوں کے جاتے ہی اس کا دل گھبرانے لگا۔

وہ زمین کے پاس چلی آئی جو نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگ رہی تھی۔ وہ پاس پڑی کاؤچ پہ بیٹھ گئی۔ زمین سے باتوں میں وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلا دونوں اس وقت چونکیں جب باہر سے رونے پیٹنے کی مبہم آوازیں آنا شروع ہوئیں۔ زمین افتاں و خیزاں ننگے پاؤں باہر کی طرف بھاگی اس کے پیچھے پیچھے بدحواس رحل تھی۔ افتخار اور عالیہ کے خون میں لت پت زندگی کی حرارت سے محروم جسم مرکزی گیٹ سے اندر لائے جا رہے تھے۔

☼ ☼ ☼

افتخار اور عالیہ کے جنازے آخری آرام گاہ تک لے جانے کے لیے تیار تھے۔ رحل بڑے تایا کے بازوؤں میں تڑپ تڑپ کر رو رہی تھی۔ اب تو اس کا گلا بھی بیٹھ چکا تھا۔ کچھ کہنے کی کوشش میں فقط لب پھڑپھڑا رہے تھے۔ اسے سنبھالنا محال ہو رہا تھا۔ حویلی کی عورتیں مردوں کے سامنے کھلے سر نہیں جاتی تھیں مگر رحل جنازے کے ساتھ ننگے پاؤں ننگے سر دیوانہ وار بھیڑ کو چیرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ فاروق نے ایاز کے ساتھ مل کر بمشکل اسے قابو کیا۔ وہ بری طرح مچل رہی تھی۔

بیرونی گیٹ تک وہ اس طرح اپنے وجود سے لاپروا ہو کر آئی تھی کہ جنازے میں شریک تمام مرد حیرت زدہ تھے۔ یہ بات ان بھائیوں کے لیے ناقابل قبول

تھی۔ وہ دانت پیس کر رہ گئے تھے۔

کسی نہ کسی طرح وہ رحل کو وہاں سے ہٹا کر اندر لانے میں کامیاب ہو ہی گئے۔

اچانک موت نے اس کے حواس سلب کر لیے تھے۔ رحل کی حالت تباہ تھی وہ شکستہ دل تھی۔ ماں باپ کی جدائی کے دائمی صدمے نے اس کی ذہنی حالت کو قابل رحم بنا دیا تھا۔

شگفتہ گوہر اور مرجان اس کے پاس تھیں۔ رحل سسک رہی تھی۔ شگفتہ اور گوہر اسے ہمدردی سے دیکھ رہی تھیں۔ شگفتہ نے رحل کو بہلا پھسلا کر سکون آور دوا دودھ کے ساتھ اسے کھلائی تو آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہونے لگیں۔ ویسے بھی وہ پورے دو دن سے جاگ رہی تھی۔

گوہر اور شگفتہ کو رحل سے بہت لگاؤ تھا۔ شگفتہ ایاز گیلانی کی دوسری بیوی تھیں خوب صورت اور کم عمر ایاز نے شگفتہ سے شادی اپنی مرضی اور پسند سے کی تھی۔ گوہر پہلی بیوی تھیں بقول ایاز کے وہ پسند نہیں تھیں۔ لہٰذا اپنے بزرگوں اور حویلی کے دیگر مردوں کے نقش قدم پہ چلتے ہوئے انہوں نے بھی دوسری شادی میں دیر نہیں لگائی۔ گوہر اس ڈرامے میں ایک خاموش تماشائی کی طرح سب کچھ دیکھتی رہیں۔ شگفتہ ایاز کے دل کی رانی تھیں۔

تعزیت کے لیے آنے جانے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ رحل اس دوران خاموش نگاہوں سے آنے جانے والوں کا جائزہ لیتی رہتی۔ شدت گریہ سے اس کی آنکھیں سرخ سرخ سی نظر آتیں۔

حویلی کے باقی مکینوں کی زندگی تو معمول پہ آگئی تھی مگر اس کی ذات میں پھیلے سناٹے کم ہونے میں نہ آ رہے تھے۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وقت ایک جگہ رک سا گیا ہو، بچھڑے کا وہ جاں گسل لمحہ گویا ساری عمر پہ محیط ہو گیا تھا۔

"کاش میں بھی اس روز ان دونوں کے ساتھ چلی جاتی تو آج اس دکھ سے تو نہ گزرنا پڑتا۔" وہ اکثر خود سے یہ کہتی اس وقت بھی قدرے الگ تھلگ سی بیٹھی وہ ممّا اور پپا کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

وہ باغ کے مغربی کونے میں گھنے درختوں کی قطار کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی۔ کالی چادر میں خود کو لپیٹے حسب معمول وہ دکھ کی کیفیت میں تھی۔

شام ڈھل رہی تھی۔ گھنے درختوں کی وجہ سے اندھیرا کچھ زیادہ ہی گہرا لگ رہا تھا یا پھر اسے محسوس ہو رہا تھا۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ کسی کے بھاری قدموں کی چاپ اس طرف آتی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ ٹھہر گئی۔ ادھر ادھر دیکھا کچھ نظر نہیں آیا مگر آواز بدستور آ رہی تھی وہ ڈر سی گئی۔ کیونکہ یہ باغ حویلی کا حصہ نہیں تھا اس سے الگ تھا اور کافی گھنا تھا وہ اکثر یہاں چلی آتی اور یادوں کا میلہ سجالیتی گھڑی دو گھڑی آنسو بہا کے دل کو سکون مل جاتا۔

آنے والا جو کوئی بھی تھا اسی طرف آ رہا تھا۔ رحل نے سرکتی چادر کو سنبھالا تو وہ اس کے سامنے آ رکا۔ رحل نے اس سے قبل نہیں دیکھا تھا۔ وہ اسے گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"تم کون ہو اور راستے میں کھڑے میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو؟" اس کا شاہانہ مزاج جلال میں آگیا۔

"میں بڑے سائیں کے ساتھ ہوتا ہوں اور باغ کی نگرانی بھی میری ذمہ داری میں ہے۔" اس نے اپنے مقام کی وضاحت کی تو رحل نپے تلے قدم اٹھاتی اس کے پاس سے گزر کر آگے جانے لگی۔ وہ لبوں پہ گہری مسکراہٹ لیے جاتی ہوئی رحل کو بغور دیکھ رہا تھا۔

یہ طارق تھا فاروق گیلانی کا نیا ملازم۔ جو آتے ہی ان کی آنکھوں کا تارہ بن گیا تھا انہوں نے اسے سب ملازموں کا نگران بنا دیا تھا۔ کچھ خاص ذمہ داریاں بھی تفویض کر دی تھیں، جس کی وجہ سے اس کی خاص اہمیت ہوگئی تھی جو کسی بھی شک و شبے سے بالاتر تھی۔

فاروق جہاں کہیں بھی جاتے اسے لازماً ساتھ لے جاتے۔ وہ لڑائی بھڑائی کا ماہر کڑیل جوان تھا۔ اس نے فاروق گیلانی کا اعتماد حاصل کر لیا تھا وہ آنکھیں بند کر کے اس پہ اعتبار کرنے لگے۔ حویلی واپس آ کے رحل

اس کی گہری نگاہوں کے بارے میں سوچنے سے خود کو باز نہ رکھ سکی۔ وہ ملازم تھا مگر اس کے دیکھنے کا انداز ہرگز ملازموں جیسا نہ تھا۔ حویلی کے نوکروں کی اتنی جرات ہرگز نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ مالکوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے۔

"شاید کسی غلط فہمی کا شکار ہوا ہو گا اس لیے تو غور سے سوالیہ انداز میں دیکھ رہا تھا۔" اس نے خود کو یقین دلایا۔

☆ ☆ ☆
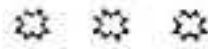
ڈیڑھ ماہ کے بعد وہ شہر اپنے گھر آئی تو ایک ایک چیز کو چھو چھو کے دیکھا سب کچھ ویسا ہی تو تھا جیسا وہ چھوڑ کر گئی تھی صرف مما اور پپا ہی تو نہیں تھے۔ اس کے دل میں ہوک سی اٹھی۔ صفورا پھوپھو سے آنسو چھپانے کے لیے وہ ان کے سامنے سے اٹھ گئی۔

اس کی تعلیم کا سلسلہ بھی کافی حرج ہو چکا تھا۔ بڑے تایا نے خود اسے صفورا پھوپھو اور تین ملازموں کے ساتھ لاہور بھیجا تھا۔

"رحل بیٹا! اپنی پڑھائی پہ توجہ دو۔ مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا میں کل ہی تمہیں لاہور بھجوانے کا انتظام کرتا ہوں وہاں تمہیں اکیلے پن کا مسئلہ ہو گا اس کا حل بھی نکال لیا ہے میں نے صفورا تمہارے ساتھ ہو گی اس کے علاوہ تین ملازم بھی ہیں میں خود بھی ٹائم نکال کر چکر لگاتا رہوں گا فکر پریشانی کی بات نہیں ہے تم اداس نہ رہا کرو مرنے والے کی روح کو تکلیف ہوتی ہے۔" حیرت انگیز طور پہ ان کا لہجہ نرم تھا۔ بھائی کی موت کے بعد وہ کافی بدل گئے تھے۔ یہ تبدیلی مثبت بھی اور رحل کے حق میں بہتر تھی۔ اپنے کہے کے مطابق انہوں نے رحل کو لاہور بھجوانے میں دیر نہیں لگائی یوں اب وہ اپنے گھر میں تھی جو پپا نے اپنی پسند اور ذوق کے مطابق تعمیر کرایا تھا۔

شروع کے دن تو اس کی کالج فرینڈز کا تانتا بندھا رہا جنہیں اس کے والدین کی موت کا پتہ نہیں چل سکا تھا سب تعزیت کے لیے آتے رہے۔ وہ بھی دوبارہ سے مصروف ہو کر اپنا غم بھولنے لگی تھی۔

صفورا پھوپھو کا زیادہ وقت کمرے میں ہی گزر جاتا۔ ہمہ وقت موٹے دانوں کی سفید تسبیح ان کے رعشہ زدہ ہاتھوں میں نظر آتی، رحل کے کہنے کے باوجود وہ کمرے سے کم ہی نکلتیں۔ کبھی کبھی وہ بہت بور ہو جاتی، سہیلیاں اس نے زیادہ نہیں بنائی تھیں۔ ارم اور ملائکہ ہی اس کی اچھی دوستوں میں شمار ہوتی تھیں، باقی کسی کے ساتھ زیادہ راہ و رسم اس نے بڑھائی ہی نہیں تھی ارم اور ملائکہ آتی رہتی تھیں وہ کم ہی جاتی کیونکہ پپا کو اس کا کہیں بھی زیادہ آنا جانا پسند نہیں تھا۔ سو وہ سختی سے اس پہ عمل پیرا تھی۔

لاہور آئے ڈیڑھ ماہ ہو چکا تھا۔ صفورا پھوپھو بوکھلائی ہوئی تھیں وہ شہری طرز زندگی کی عادی نہیں تھیں ساری زندگی حویلی کی کھلی فضا میں سانس لیا تھا اب اس بڑھاپے میں بھائی نے انہیں یہاں بھیج دیا تھا۔

اب کل سے ان کا دل بے حد گھبرا رہا تھا سو انہوں نے گاؤں کے لیے واپس جانے کا قصد کیا۔ تایا نے گاڑی بمعہ ڈرائیور بھیج دی تھی۔ جو ملازم گاؤں سے رحل کے ساتھ آئے تھے وہ گھر کی حفاظت و نگرانی پہ مامور تھے سو یہیں تھے اس طرف سے بے فکری تھی۔

اتنے دن کے بعد گاؤں کا چکر لگ رہا تھا۔ اس لیے وہ ساری پریشانیاں بھلائے تیار ہو رہی تھی۔ صفورا برکت کو گھر کے بارے میں ہدایات دے رہی تھیں۔

تیار ہونے کے بعد رحل نے کالی چادر کو اچھی طرح اپنے اردگرد لپیٹا۔

صفورا اندر تھیں شاید۔ ڈرائیور جو فاروق گیلانی نے بھیجا تھا ان دونوں کے انتظار میں تھا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی گاڑی کے قریب آئی۔

آہٹ پہ طارق نے سگریٹ پھینکا اور پیچھے موڑی۔ رحل کا صبیح و شاداب چہرا اس کی نگاہوں کی گرفت میں تھا۔ اس نے پچھلا دروازہ کھول دیا۔ وہ اسے یہاں دیکھ کے قدرے حیران سی ہوئی۔ اس کے دیکھنے کے انداز کی وجہ سے وہ اسے یاد رہ گیا تھا۔ اس کے بیٹھنے

کے بعد وہ خود بھی اگلی سیٹ پہ گھوم کے آ بیٹھا۔ صفورا پھپھو ابھی بھی اندر تھیں۔

رحل اندرونی دروازے پہ نگاہیں جمائے بیٹھی تھی جہاں سے صفورا پھپھو کو آنا تھا۔ اسے خود سے بے خبر دیکھ کر طارق بغور اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ صفورا پھپھو اندر سے برآمد ہوئیں تو رحل نے سکون کا سانس لیا۔

"کیسے ہو طارق پتر؟" وہ انہیں آتا دیکھ کر گاڑی سے اتر آیا تھا اب وہ اسے حال احوال پوچھ رہی تھیں۔

"میں ٹھیک ہوں دعائیں ہیں آپ کی۔" وہ مؤدب سا کھڑا تھا صفورا نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا جو ظاہر کر رہا تھا کہ طارق نامی یہ شخص عام سا نوکر نہیں ہے۔

گاڑی چل پڑی۔ بھی صفورا سب کے بارے میں دریافت کر رہی تھیں وہ آج اتنے دنوں بعد کھل کے بول رہی تھیں جس پہ رحل اندر ہی اندر خاصی حیران بھی ہوئی۔

رحل کو دیکھ کے زرمین کے چہرے پہ خوشی سی جاگی تھی۔ اس نے اسے لپٹا لیا تھا۔

"اتنے دن کے بعد آئی ہو' رات کو دیر تک جاگیں گے اور ڈھیر ساری باتیں کریں گے۔" وہ اسے پروگرام سے مطلع کرنے لگی۔ رحل کی ساری تھکن اتر گئی تھی۔

"سنو عاصمہ بھی آئی ہوئی ہے۔"

"کب آئی؟"

"پرسوں سے آئی ہے۔"

"خوش ہے کیا؟"

"خود پوچھ لینا۔"

"کہاں ہے؟"

"اپنے کمرے میں ہے۔" زرمین اس کے تیز تیز سوال کرنے پہ ہنس پڑی۔

"میں اس سے ملنے جا رہی ہوں۔"

"دھیرج دھیرج ابھی ابھی تو آئی ہو' فریش تو ہو لو۔" وہ اسے بغور دیکھ رہی تھی۔

"نہیں پہلے اس سے مل لوں پھر باقی بعد میں۔" وہ عجلت میں نظر آ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے میں بھی تب تک نماز پڑھ لوں فارغ ہو کے تم لوگوں کے پاس آتی ہوں۔" زرمین نے نماز کے لیے نیت باندھ لی۔

عاصمہ باہر بیٹھی ہوئی تھی اسے دیکھ کر زخمی سی مسکراہٹ لبوں پہ سجا لی۔

"کیسی ہو عاصمہ۔" وہ محبت سے اس کے ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔

"آئی مس یو' میں نے تم سب کو بہت یاد کیا خاص طور پہ تم کو تم سناؤ ٹھیک ہو نا کیا حال چال ہے۔"

"بس ویسا ہی حال ہے جیسے پھانسی پانے والے مجرم کا ہوتا ہے پل پل موت کے انتظار میں لاکھوں بار جیتا اور مرتا ہے۔" اس کے لہجے میں کچھ ایسی بات ضرور تھی جس نے رحل کو اندر تک ہلا دیا۔ عاصمہ کے اندر کتنی تپش چھپی تھی اس کی ہمہ وقت ہنستی آنکھوں میں اب عجیب سا ہلکورے لیتا محسوس ہو رہا تھا۔

زرمین بھی نماز پڑھنے کے بعد ان کے پاس آ گئی تھی۔

"[illegible] ٹہلیں گے۔" یہ آئیڈیا زرمین کی طرف سے آیا تھا رحل تو فوراً" تیار ہو گئی البتہ عاصمہ کے قدم سست سست سے تھے مگر رحل اسے ساتھ لے ہی آئی۔

موسم سرما کے رسیلے پھلوں کی مہک یہاں رچی بسی صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔ وہ تینوں درختوں کے جھنڈ سے قدرے الگ آ بیٹھیں تو خنکی [illegible] بہت زیادہ تھی۔

"میں مالٹے توڑ کے لاتی ہوں یہاں بیٹھ کے کھائیں گے۔" رحل اٹھ کے کپڑے جھاڑتی بائیں سمت ہو لی جہاں قطار در قطار درختوں پہ مالٹوں کی تازہ فصل اپنے جوبن پہ تھی۔

"بچیں میں توڑ دیتا ہوں۔" وہ ابھی تین چار مالٹے ہی توڑ پائی تھی کہ یہ جانی پہچانی سی آواز سن کر اچھل ہی پڑی' دوپٹے میں رکھے مالٹے دور جا گرے۔ اس کا دل ابھی تک دھک دھک کر رہا تھا۔

"میں اپنے کام خود کر لیتی ہوں۔" وہ خشک لہجے میں بولی' وجہ اس کے دیکھنے کا بے باک سا انداز تھا جس کی وجہ سے اس کے لہجے میں خود بہ خود ہی تلخی آ گئی تھی۔

وہ اگر ملازم تھا تو ملازم لگتا کیوں نہیں تھا۔

وہ اس کے تاثرات دیکھ کر دور ہٹ گیا۔ رحل مالٹے توڑ کر زرمین اور عاصمہ کے پاس آ گئی۔

"ابھی کچھ دیر میں مغرب کی اذان ہو جائے گی اس وقت ہم مالٹے کھائیں گے نہ بابا! اتنی ٹھنڈ میں مرنے کا پروگرام نہیں ہے۔" زرمین نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

رحل نے نوٹ کیا کہ وہ کچھ زیادہ ہی چہک رہی ہے۔ یہ تبدیلی اس میں چند مہینے قبل آئی تھی۔ رحل کو تو اچھی ہی لگی اس نے دعا بھی کی تھی کہ زرمین کی مسکراہٹ دائمی رہے۔ اب بھی اس کا یہ سرشار سا انداز دیکھ کر وہ خوش ہوئی البتہ عاصمہ کی افسردگی اس سے برداشت نہیں ہو رہی تھی وہ اسے خوش کرنے کے لیے ادھر ادھر کے قصے چھیڑ بیٹھی تھی۔

"آپ نہ کھائیں ہم تو کھائیں گے۔" اس نے [illegible] شروع کیے۔ خاموشی سی چھا گئی تھی۔ رحل نے سر اٹھایا۔ زرمین کی نگاہیں ایک ہی جگہ جمی ہوئی تھیں۔ رحل نے ان کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا۔ سامنے طارق باغ کے رکھوالے کے ساتھ کھڑا باتیں کر رہا تھا۔ اچانک زرمین نے نگاہیں ہٹا لیں۔

"بابا جان کا دست راست ہے۔ بہت محنتی اور بہادر ہے' وہ اس کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے ہر بات میں اس سے مشورہ کرتے ہیں۔ تم تو حویلی کم کم ہی آتی ہو اس لیے زیادہ جانتی بھی نہیں ہو' آج تمہیں لینے بابا نے اسی کو بھیجا تھا۔" نہ جانے کیوں وہ وضاحت دے رہی تھی۔

"مجھے تو خاصا بے باک سا لگا ہے بد تمیز کہیں کا۔" وہ برا سا منہ بنا کر بولی تو زرمین حیران ہی تو ہو گئی۔

"ارے نہیں اس کی شرافت کی گواہی تو بابا جان تک دیتے ہیں تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"ہونہہ۔" وہ سر جھٹک کر رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

لڑکیوں کو شاپنگ کرنا تھی یہ فریضہ بھی طارق کے سپرد کیا گیا کہ وہ سب کو لے جائے۔ زرمین بہت خوش لگ رہی تھی اس کی لودیتی گلابی رنگت بہت پرکشش لگ رہی تھی۔

وہ ساری آ کے گاڑی میں بیٹھیں تو طارق سب سے آخر میں اندر سے نکلا۔ کریم کلر کے کرتا شلوار میں اس کا بلند قامت نمایاں لگ رہا تھا جاذب نظر سراپا سراہے جانے کے لائق تھا۔

"طارق بھائی بہت زبردست لگ رہے ہیں۔" یہ پندرہ سالہ نادیہ تھی زرمین نے جی ہی جی میں اس بات سے اتفاق کیا۔ رحل نے طارق کی طرف دیکھنے سے احتراز کیا۔ اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے گیٹ سے باہر نکالی۔ ہرے بھرے کھیتوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔

"طارق بھائی! میوزک لگائیں نا۔" نادیہ منہ پھٹ اور لاپروا سی تھی۔ زرمین نے گھورا بھی پر وہ کہاں باز آنے والی تھی۔

طارق نے فوراً" اس کی فرمائش پوری کر دی۔

آج کلا جوڑا پا ساڈی فرمائش تے

ذرا پا کے سامنے آ ساڈی فرمائش تے

شرارتی سی نادیہ کی ہنسی چھوٹ گئی سامنے ہی تو رحل تھی۔ کالے کپڑوں میں ملبوس۔ رحل کو بے طرح تاؤ آیا وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی پھر نادیہ کی کھی کھی سارے راستے جاری رہی۔ رحل نے تو چند چیزیں لینی تھیں لے کے واپس ہوئی ان چاروں کا اتا پتہ ہی نہیں مل رہا تھا۔ وہ مطلوبہ جگہ پارک کی گاڑی کے پاس آ گئی۔ اندر طارق موجود تھا۔ دونوں ہاتھوں میں تھامے شاپرز اس نے پچھلی سیٹ پہ تقریباً" پٹخنے کے انداز میں پھینکے اور خود بھی بیٹھ گئی۔

"ان کپڑوں میں آپ بہت اچھی لگ رہی ہیں۔" طارق کے اس جملے نے اسے سر تا پا سلگا کے رکھ دیا۔

"تمہاری جرات کیسے ہوئی مجھ سے یہ سب کہنے کی۔"

"یہ جرات مجھے آپ کی محبت نے دی ہے۔ مجھے کہنے دیں کہ مجھے آپ سے اس دن سے محبت ہو گئی تھی جب پہلی بار آپ کو دیکھا تھا۔" طارق کا لہجہ ہر قسم کے خوف سے بے نیاز تھا۔

"میں تمہیں کتوں کے آگے پھنکوا دوں گی۔" شدت غیظ سے اس کی رنگت سرخ ہو گئی تھی۔

"چلیں یہ بھی کر کے دیکھ لیں پھر بھی میری محبت میں کمی نہیں آئے گی۔"

"تم نوکر ہو نوکر۔ اپنی اوقات نہ بھولو۔"

"میں ہرگز اپنی اوقات نہیں بھولا ہوں۔" اس کا لہجہ مضبوط اور دو ٹوک تھا۔

"میں تایا جان کو بتا دوں گی۔"

"آپ کی بات کا یقین کون کرے گا۔ حویلی کی روایات کی وجہ سے سب آپ پہ ہی شک کریں گے کہ جوان اور خوب صورت لڑکا دیکھ کر لڑکی سے رہا نہیں گیا۔" وہ اسے آئینہ دکھا رہا تھا۔ رحل شرم سے کٹ کے رہ گئی وہ حقیقت بیان کر رہا تھا۔

"میں تمہیں دیکھ لوں گی۔"

"دیکھ لیں اچھی طرح، کسی چیز کی کمی نہیں ہے اچھی خاصی حسینائیں مرتی ہیں۔" اس کے لہجے میں شرارت تھی وہ جھنجلا کے رہ گئی۔

اس نے شکر کیا جب وہ چاروں واپس آئیں۔ واپسی کے سفر میں وہ معمول سے زیادہ سنجیدہ تھا۔ سب نے ہی اس تبدیلی کو محسوس کیا خاص طور پہ نرمین نے

رحل تو سر درد کا بہانہ کر کے کمرے میں آ گئی۔ وہ طارق کے نڈر رویے کے بارے میں جتنا سوچتی الجھتی جا رہی تھی ڈور کا سرا ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔ تایا جان کا سر چڑھا طارق کسی بھی وقت اس کے لیے مشکلات پیدا کر سکتا تھا۔ اسے یہیں پہ روکنا ضروری تھا۔ مگر کیسے؟ یہ سوالیہ نشان اس کا منہ چڑا رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

تیسرے روز وہ لاہور چلی آئی تھی تو دل معمول پہ آ گیا۔ ورنہ طارق کے بارے میں سوچ سوچ کے اس نے خود کو تھکا ڈالا تھا۔ اسے آئے ہوئے تیسرا روز تھا جب حویلی سے طارق صفورا پھوپھو کو لینے آ گیا انہیں تایا فاروق نے بلوایا تھا لہٰذا وہ گھنٹے کے اندر اندر روانہ ہو گئیں جاتے جاتے انہوں نے بس مختصراً اتنا ہی کہا تھا کہ۔

"شاید بھائی جان کو کوئی کام ہے۔" وہ کام کیا تھا اس کے بارے میں اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا۔

رات ساڑھے دس بجے کا وقت تھا وہ گیٹ کے آس پاس ہی پریشان صورت لیے ٹہل رہی تھی۔ گاڑی کے مخصوص ہارن کی آواز۔ [illegible] کھول دیا۔ آنے والا طارق تھا [illegible] وہ گاڑی بند کر کے اترا وہ تیر کی طرح اس کے پاس آئی۔

"حویلی میں خیریت تو ہے نا۔" اس کے لہجے میں از حد [illegible] اور بے تابی تھی۔

"جی خیریت ہے یاسر کے رشتے کے بارے میں مشورہ کرنے کے لیے بڑے سائیں نے بلوایا تھا بیگم صاحبہ [illegible]

"اور کوئی بات تو نہیں ہے"

"مجھے کسی اور بات کا علم نہیں ہے جو تھا بتا دیا ہے ویسے ایک اور اطلاع بھی ہے آپ کے لیے میرے پاس۔"

"کون سی؟" [illegible] نے بھنویں اچکاتے ہوئے پوچھا۔

"بڑے سائیں نے آپ کی [illegible] لیے مجھے مستقل یہیں بھیج دیا ہے۔" اس نے بڑے مزے سے بتاتے ہوئے اس کے تاثرات جانچنا چاہا۔

"ویسے بھی وہ شہری زندگی کی عادی نہیں ہیں تنگ آ گئی ہیں تب ہی تو بڑے سائیں نے بلوا لیا ہے انہیں ویسے میرے لیے کمرا تو سیٹ کر دیا ہو گا نا برکت نے۔"

"وہ سامنے ہے تمہارا کمرہ۔" اس نے تنفر سے سامنے بنے سرونٹ کوارٹرز میں سے ایک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ یہ کہہ کر وہ رکی نہیں اندر چلی آئی۔ طارق بے اختیار سر پہ ہاتھ پھیر کے رہ گیا۔

رحل نے برکت کی بیوی کو اپنے ساتھ والے کمرے میں شفٹ ہونے کو کہا تو برکت دبی دبی زبان میں بولا۔

"بڑے سائیں طارق کو سرونٹ کوارٹرز میں ٹھہرانے پہ غصے ہوں گے۔" وہ اپنے تئیں اسے طارق کے مقام سے آگاہ کر رہا تھا کل ان کا فون آیا تھا کہ طارق کے لیے اوپر کا کوئی کمرہ تیار کر دوں۔"

"اچھا ٹھیک ہے یہ تمہارا دردِ سر ہے۔ جو چاہے کرو۔" وہ بدمزا سی ہو گئی۔ برکت نے اشارہ پاتے ہی باہر طارق کی طرف دوڑ لگا دی۔

[illegible] چڑھتے ہوئے اس نے سامنے کھڑی رحل کو فاتحانہ انداز [illegible] دیکھا تو وہ پاؤں پٹختے ہوئے اندر چلی آئی۔

"پتہ نہیں تایا جان کو اس شخص میں ایسی کون سی خوبی نظر آئی تھی جو انہوں نے اسے اتنا سر چڑھا رکھا ہے۔" وہ اس کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

وہ تو جیسے خدا [illegible] رحل کو [illegible] لے جانے اور واپس لانے کی ڈیوٹی بھی فاروق گیلانی نے اسے سونپ دی تھی اس کے علاوہ اسے جہاں کہیں بھی جانا ہوتا وہ حاضر ہوتا۔ تایا جان کی ہدایات بھی رحل کو اس کے ذریعے پہنچتی رہتیں [illegible] اس وقت اس کی مسکراہٹ دیکھنے والی ہوتی [illegible] جانے کیوں رحل کو اس سے خدا واسطے کا بیر ہو چلا تھا۔ وہ رحل کے اس رویے کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ مسلسل نظر انداز کیے جاتا۔ موقع پاتے ہی وہ اپنی پسندیدگی کا اظہار کرنے سے بھی باز نہیں آتا۔

رحل کی کلاس فیلو حمنہ کے بھائی کی شادی تھی اس نے باقی کلاس فیلوز سمیت اسے بھی بڑے اصرار سے بلوایا تھا۔ ملائکہ نے رحل کو ساتھ لے جانے کی آفر کی تھی۔ وہ بڑے اہتمام اور توجہ سے تیار ہونے کے بعد اسی کے انتظار میں تھی جب ملائکہ کا فون آ گیا۔

"سوری رحل! تم چلی جاؤ میں بھابھی کے ساتھ آ رہی ہوں میرا انتظار نہ کرو۔ عین وقت پہ وہ تیار ہو گئیں اس لیے ہم اکٹھے نکل رہے ہیں تم بھی جلدی آؤ وہیں ملوں گی۔" فون بند ہو چکا تھا مگر وہ ابھی تک اس کی اسکرین کو دیکھ رہی تھی۔

مہندی کا فنکشن تھا۔ رحل کو ٹھیک ٹھاک اندازہ تھا کہ اچھی خاصی دیر ہو جائے گی۔ اس نے برکت سے کہا کہ طارق گاڑی نکالے۔ پندرہ منٹ میں وہ تیار ہو کے پہنچ گیا۔

وہ خاصی عجلت میں گاڑی میں بیٹھی تھی۔ خلاف معمول طارق خاموش تھا اور خاصی سنجیدگی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

رحل کو چھوڑ کر وہ واپس چلا گیا۔ اس نے ملائکہ کو ڈھونڈ نکالا۔ اچھے خاصے لوگ مدعو تھے۔ مہندی کی رسم رات گیارہ بجے کے بعد شروع ہوئی جو کافی دیر جاری رہی۔ اس کے بعد موسیقی کا پروگرام تھا۔ ملائکہ تو آرام سے بیٹھی انجوائے کر رہی تھی جبکہ رحل بار بار رسٹ واچ دیکھ رہی تھی طارق نے دو گھنٹے میں آنے کو کہا تھا اب دو تو کیا تین گھنٹے سے بھی زیادہ وقت ہو گیا تھا۔

حمنہ کے چھوٹے بھائی نے جب اس سے کہا کہ۔

"آپ کا ڈرائیور بلا رہا ہے۔" تب اسے اطمینان ہوا۔ اس نے پرسوں ہی بڑے تایا کو شادی کی دعوت کے بارے میں بتایا تھا انہوں نے بخوشی اسے طارق کے ساتھ آنے جانے کی اجازت دی تھی۔ اجازت ملنے پہ وہ بہت خوش تھی۔

تایا اتنی آسانی سے مان جائیں گے اسے اندازہ نہیں تھا۔

حمنہ خود اسے گاڑی تک چھوڑنے آئی۔ طارق بونٹ کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

"ویسے تمہارا ڈرائیور ہے بہت ڈیشنگ اور گڈ لکنگ۔" وہ شرارت سے بولی تو رحل نے بمشکل تمام اپنی ناگواری چھپائی۔

طارق نے ہونٹوں میں دبے سگریٹ سے ایک لمبا کش لیا۔ اب کی بار اس نے بڑے غور سے رحل کے

سراپے کا جائزہ لیا تھا۔ بے اختیار ہی اس نے اپنی چادر کو دوبارہ درست کیا۔ طارق نے ایک ٹھنڈی سانس لی ــــ گاڑی میں احمد جہانزیب دھیمے سروں میں نغمہ سرا تھا۔

تمہارے ہیں کہو اک دن کہو اک دن

"مجھے بہت اچھی لگتی ہیں آپ بے بس پاتا ہوں خود کو اس بارے میں" اس کے لہجے سے سچائی جھانک رہی تھی۔ "زمین اور آسمان کا ملن نہیں ہو سکتا۔ بڑے سائیں نے مجھے خاص مقام دیا ہے اپنے برابر بٹھاتے ہیں پر ــــ" وہ قصداً "چپ ہو گیا۔

وہ جو آرام سے پچھلی نشست پہ نیم دراز تھی تن کر بیٹھ گئی "تم جیسے انسان کے منہ لگنا میں اپنی توہین تصور کرتی ہوں ورنہ تمہیں سیدھا کرنا میرے لیے پرابلم نہیں ہے۔ اگر تمہارا ایک لفظ بھی حویلی کے کسی فرد کے کانوں میں پڑ گیا تو تمہاری سانسوں کی ڈور ٹوٹ جائے گی۔" وہ چیخ چیخ گئی۔

اگر سب کچھ یہ میرا ہے تو سب کچھ بخش دو مجھ کو

وجود اپنا مجھے تم دے دو محبت دو اک دن

میرے ہاتھوں پہ اپنے ہاتھ رکھ کر روح کھینچ لو اک دن

کہو اک دن ــــ

کہو اک دن ــــ

اچانک اس نے پورا والیوم کھول دیا اور گاڑی کی رفتار بھی یکدم بڑھا دی۔

"تم نشے میں تو نہیں ہو ہمت ہو گئی میں گھر جا کر تایا کو فون کرتی ہوں آخر تم ہو کیا چیز؟" وہ چیخ ہی تو پڑی۔

"میں اس وقت جہاں چاہوں تمہیں لے جاؤں۔" یکدم طارق کی ٹون بدل گئی وہ آپ سے تم پہ آگیا "کسی کو خبر نہیں ہو گی۔" اس کے تیور بہت خطرناک تھے۔ رحل سہم سی گئی۔ اس نے شکر کیا جب پورچ میں اس نے گاڑی روکی اور وہ باہر نکلی۔

"اس گستاخی کے لیے معذرت خواہ ہوں۔" وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا آگے نکل گیا۔ ادھر رحل کی دھڑکن ابھی تک اتھل پتھل سی تھی۔

☼ ☼ ☼

صبح صبح تایا فاروق کو سامنے پا کر وہ حیران رہ گئی۔

"پتر چلنے کی تیاری کرو میں تمہیں لینے آیا ہوں۔" وہ پوچھنے کی جرات نہ کر سکی کہ کیوں؟ حکم سے سرتابی کی مجال نہیں تھی۔ واپسی کے سفر میں تایا فاروق اور ان کے ساتھ طارق بھی تھا۔

حویلی کی فضا پہ پراسرار سی خاموشی طاری تھی جو شاید کسی طوفان کا پیش خیمہ تھی۔

زمین سے کسی معلومات کی امید تھی مگر وہ بھی خاموش تھی۔

رات کھانے کے بعد تایا فاروق نے بات کا آغاز کیا۔

"بیٹی رحل! مجھے یہ بات تم سے کرنی تو نہیں چاہیے مگر افتخار کے بعد میں ہی تمہارا سرپرست ہوں اس لیے تمہاری بھلائی برائی کے بارے میں سوچنا میرا فرض ہے۔" بات کرتے کرتے انہوں نے رک کر سب کے چہروں کا جائزہ لیا اور پھر مطمئن ہو کر ٹوٹا سلسلہ وہیں سے جوڑا۔ "میں چاہتا ہوں اپنی بیٹی کے فرض [illegible] سبکدوش ہو جاؤں کیونکہ تم اس لائق ہو گئی ہو [illegible] آج تک حویلی کی کسی [illegible] موضوع پہ رائے نہیں لی جہاں جی چاہا شادی طے کر دی عاصمہ کی مثال تمہارے سامنے ہے۔ مگر افتخار کی موت کے بعد میں اس کی روح کے آگے شرمندہ نہیں ہونا چاہتا اس لیے تمہیں بلوایا ہے' میں تمہارے امتحانات کے بعد اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا چاہتا ہوں۔" یہ سن کر رحل نروس ہو رہی تھی۔

"باقی باتیں تمہاری تائی تمہیں بتائیں گی۔" وہ باوقار انداز میں نپے تلے قدم اٹھاتے ڈائننگ ہال سے نکل گئے ان کے پیچھے پیچھے سہیل اور ایاز بھی تھے۔ اب شگفتہ گوہر اور بڑی تائی کے ساتھ زمین ہی تھی لڑکے بھی چلے گئے تھے بڑی تائی نے پرسوچ نگاہوں سے رحل کے جھکے سر کا جائزہ لیا۔

"تمہارے تایا سمیت سب کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یاسر کے ساتھ تمہاری شادی کی جائے۔" رحل کا جھکا سر اٹھ گیا اضطراری کیفیت اس کے ہر ہر انداز سے

بتا دی گئی۔ "اچھی طرح سوچ لینا ابھی چار ماہ ہیں تمہارے پاس پھر جو فیصلہ بھی ہو آگاہ کر دینا۔" تائی کے لبوں پہ عجیب سی مسکراہٹ تھی "یہ بات یاد رکھنا حویلی والوں کی بیٹیاں باہر نہیں جاتیں اگر خاندان میں رشتہ نہ ہو تو وہ ایسے ہی عمر گزار دیتی ہیں۔"

رحل تھکے تھکے قدموں سے چلتی اپنے کمرے میں چلی آئی۔ زمین اور شگفتہ بھی آ گئیں۔ وہ دونوں ہی اس سے نگاہیں ملانے سے کترا رہی تھیں اور اس بات کے انتظار میں تھیں کہ وہ کچھ بولے۔ مگر رحل لبوں پہ خاموشی کا قفل لگائے بیٹھی تھی۔ ہاں ان کے جانے کے بعد وہ پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی۔ بھلا ایب نارمل یاسر اور اس کا کیا جوڑ تھا۔ وہ پیدائشی طور پہ اس کمزوری سمیت اس دنیا میں آیا تھا ہر وقت منہ سے رال بہتی اور آنکھیں وحشت زدہ انداز میں پھیلی رہتیں۔ یاسر افتخار کے کزن کا بیٹا تھا۔ اس کے علاج پہ پانی کی طرح روپیہ پیسہ خرچ ہوا مگر اب تو ڈاکٹرز نے بھی جواب دے دیا تھا کہ اس کی حالت میں تبدیلی لانا نا ممکن ہے۔ [illegible] یاسر کی شادی رحل کے ساتھ کی جا رہی تھی۔ [illegible] یاسر کی شکل میں مجبوری کا طوق گلے میں ڈالوں' میں ایسا نہیں کروں گی کسی کو اپنے ساتھ یہ ظلم اور زبردستی نہیں کرنے دوں گی۔" بغاوت کی ایک لہر اس کے اندر سے اٹھی تھی۔

☼ ☼ ☼

موسم اپنے تیور بدل رہا تھا خنکی کی جگہ خوشگوار موسم نے لے لی تھی۔ رحل اور زمین دونوں نے اکٹھے کھانا کھایا تھا۔ زمین تو کھانے کے بعد کمرے میں بند ہو گئی۔ رحل بے مقصد ادھر ادھر چکراتی رہی۔ حویلی کی تینوں بلکہ چاروں بڑی خواتین قریبی گاؤں شادی میں گئی ہوئی تھیں۔

وہ بوریت کے عالم میں باغ کی طرف نکل آئی۔ گھنے درختوں کے بیچوں بیچ اسے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔

"نہ جانے کون ہے؟" وہ تیز تیز قدم اٹھاتی اس طرف آئی تو وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑا رہی تھی جب پیچھے آہٹ کی آواز سن کر اچھل پڑی وہ طارق تھا۔ اس کی تیوریاں چڑھ گئیں۔ بلیک کلر کی ٹی شرٹ اور بلیو جینز میں ملبوس وہ اس وقت بھلا یہاں کیا کر رہا تھا۔ یہی سوال اس کے لبوں پہ آگیا۔

"آپ سے ملاقات کے انتظار میں تھا۔" اس کی مسکراہٹ دل جلانے والی تھی یہ کہہ کر وہ وہاں رکا نہیں۔ وہ پرسوچ نگاہوں سے اس کے دور ہوتے سراپے کو دیکھ رہی تھی۔ ذہن میں اچانک ہی یہ سوچ آئی تھی پر اس کے محور تک وہ پہنچ نہیں پائی تھی۔

اب وہ جلد از جلد حویلی سے جانا چاہتی تھی فاروق گیلانی نے سوچنے کے لیے چار ماہ کا وقت دیا تھا اسے جو کچھ کرنا تھا اسی عرصے میں کرنا تھا۔

فاروق گیلانی کے تیور من مانی کرنے والے تھے وہ حکم عدولی کہاں برداشت کر سکتے تھے۔ ان کی اپنی بیٹی زمین روایتوں کا شکار ہوئی تھی ایسے عالم میں رحل کی کہاں چلنے والی تھی۔ اگر افتخار زندہ ہوتے تو شاید اس طوفان کے آگے بند باندھنے کا حل نکال ہی لیتے پھر اب تو وہ بے یار و مددگار تھی جو کرنا تھا خود کرنا تھا۔ ورنہ روایتوں کی ایسی دیوار میں چن دی جاتی جن سے وہ مر کر ہی نکل پاتی۔

اسے حویلی کی فرسودہ روایات کے بارے میں بھی علم تھا۔ محسنہ پھوپھو کی بیٹی مہو کا انجام سامنے تھا۔ ذرا سی غلطی موت کے دہانے تک پہنچا سکتی تھی۔ بہتری اسی میں تھی کہ کسی کو کچھ محسوس نہ ہونے دیا جائے۔ لہٰذا لاہور جانے سے قبل تائی مرجان نے گزشتہ ہدایات دوبارہ سے اس کے کانوں میں انڈیلیں تو وہ سر جھکائے سنتی رہی۔ اپنے تاثرات اس نے ظاہر نہیں ہونے دیے۔ تائی مرجان خاصی مطمئن سی تھیں۔ واپسی کے سفر میں طارق اس کے ہمراہ تھا۔ وہ سارے راستے کچھ سوچتی آئی تھی۔

☼ ☼ ☼

طارق فون کر کے ہٹا تو رات کے گیارہ سے اوپر کا

وقت ہو رہا تھا۔

دروازے پہ ہلکی سی دستک ہوئی۔ "کھلا ہوا ہے دروازہ اندر آجاؤ" وہ سمجھا کہ برکت ہے مگر رحل کو دیکھ کر اس کے ہاتھ سے جلتا سگریٹ چھوٹ کر نیچے جا گرا اس کی حیرت بجا تھی۔

"مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے مجھے نہیں پتہ تم کون ہو۔ کس خاندان سے تعلق رکھتے ہو مگر یہ پتہ ہے کہ تم تایا جان کے بہت قریب ہو۔ میں تمہیں اتنا کچھ دے سکتی ہوں کہ جس کا تصور تم نے کبھی خواب میں بھی نہیں کیا ہو گا۔ بولو میری مدد کرو گے؟" وہ ملتجی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"آپ اتنی رات گئے کیوں میرے کمرے میں آئی ہیں۔ فوراً" ابھی یہاں سے میں صبح آپ سے بات کروں گا۔" طارق کا سلوک بے حد اہانت آمیز تھا۔ رحل کے تو تلوؤں میں لگی اور سر پہ بجھی۔ وہ پیچ و تاب کھاتی ہوئی وہ سیڑھیاں پھلانگتی نیچے اتری۔ اب اگر وہ رحل کی آفر کے بارے میں تایا جان کو بتا دیتا تو اس کی خیر نہیں تھی اور اگر وہ یہ بھی بتا دیتا کہ وہ رات گئے اس کے کمرے میں آئی تھی تو تایا جان سمیت سارے مرد اس کی موت کا فتویٰ جاری کرنے میں ایک منٹ کی بھی دیر نہ لگاتے۔

"یہ کیا کر دیا میں نے کتنی بڑی بے وقوفی کر دی۔" مگر اب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ اسے کمرے میں واپس آئے آدھا گھنٹہ گزرا ہی ہو گا کہ سیل فون بجنے لگا۔ اجنبی نمبر تھا مگر جب اس نے آن کر کے کان سے لگایا تو طارق کی آواز پہچاننے میں اسے ذرا بھی دقت نہیں ہوئی۔

"آپ کو جو بات کہنی ہے ابھی کہہ دیں یا پھر گھر سے باہر کوئی جگہ منتخب کر کے مجھے بتا دیں میں آجاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے میں کل دو بجے لبرٹی آؤں گی۔"

"میں پہنچ جاؤں گا مگر لبرٹی آپ کو اکیلے آنا پڑے گا۔"

"میں آجاؤں گی تم وہاں ٹائم پہ آنا۔"

"ٹھیک ہے۔" طارق نے ہنستے ہوئے فون بند کر دیا۔ سوچ کی پرچھائیوں نے اس کے چہرے کا احاطہ کیا ہوا تھا۔ نہ جانے اسے کیا کام آپڑا تھا۔

"نادان لڑکی یوں رات گئے اس کے کمرے میں آکر اپنے پاؤں پہ آپ کلہاڑی مارنے چلی تھی۔" وہ سوچ رہا تھا۔ ادھر رحل قدرے مطمئن سی تھی۔

☼ ☼ ☼

جوس کا گلاس طارق کے سامنے پڑا پڑا گرم ہو گیا تھا۔ وہ پوری طرح اس کی طرف متوجہ ایک ایک لفظ سن رہا تھا۔

"میں اتنی بڑی جائیداد کی اکیلی وارث ہوں تایا جان یاسر کے ساتھ میری شادی کرنا چاہ رہے ہیں ایسا نہیں ہونے دوں گی میں فی الحال کمزور ہوں البتہ حویلی کی فرسودہ روایات پہ قربان نہیں ہو سکتی، عاصمہ اور نرمین آپی سمیت صنوبر اپھوپھو کی زندگی میرے سامنے ہے مجھے تو یوں لگتا ہے اگر میں نے صاف صاف انکار کر دیا تو تایا جان کاری قرار دے کر مجھے قتل کرنے میں ایک لمحے کی بھی دیر نہیں لگائیں گے۔ مجھے ابھی حال ہی میں پتہ چلا ہے کہ جائیداد ہی کی خاطر حویلی کی مجبور و بے بس عورتیں اس ظالمانہ رسم کا شکار ہوتی رہی ہیں۔ اب تم بتاؤ کیا کہتے ہو؟"

"میں راضی ہوں مگر مجھے کیا فائدہ ہو گا آخر میری جان بھی خطرے میں ہے۔"

"فائدے کی فکر نہ کرو اتنا ہو گا کہ تمہاری سات نسلیں بھی سکون سے بیٹھ کے کھائیں گی مگر یہ سب ہو گا کب؟"

"میں کل ہی انتظام کر لوں گا۔"

"مگر یہ یاد رکھنا کہ بے ایمانی اور خیانت مجھے پسند نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" طارق اسے غور سے دیکھتے ہوئے بولا تو اندر ہی اندر وہ جز بز ہو گئی۔ مگر برداشت کرنا بھی تو مجبوری تھی۔

☼ ☼ ☼

ایک پرانے سال خوردہ فرش اکھڑے گھر میں طارق نے انتظام کیا تھا۔ یہ گھر اس کے دوست کا تھا در و دیوار سے غربت اور تنگ دستی ٹپک رہی تھی۔ خود طارق بھی کپڑوں میں ملبوس کسی طرح بھی آج کا مہمان خصوصی نہیں لگ رہا تھا۔ کانپتے ہاتھوں سے اس نے دستخط کیے۔ اب طارق جائز و قانونی طور پہ اس کا شوہر بن چکا تھا۔ شادی اس کی زندگی کا اہم ترین واقعہ کتنی آسانی اور سادگی سے وقوع پذیر ہوا تھا۔ طارق جس کی اس نے ایک حقیر ملازم سے زیادہ حیثیت نہیں دی تھی آج وہی مالک بن بیٹھا تھا۔ کل جب اس نے بلا کسی پس و پیش کے طارق سے ایک دم پوچھا۔

"مجھ سے شادی کرو گے؟" تو وہ اس آفر پہ ہکا بکا رہ گیا تھا۔ "صرف کچھ عرصے کے لیے مجھے تمہارا نام چاہیے اس کے بدلے میں تمہیں معقول رقم دوں گی ہماری صرف نام کی شادی ہو گی میں اس پہلو سے مطمئن ہونا چاہتی ہوں تاکہ یاسر کے ساتھ شادی سے بچ جاؤں جو بعد میں ہو گا دیکھا جائے گا اس وقت مجھے تحفظ کی ضرورت ہے تمہارا نام چاہیے تاکہ ان اختیاروں کے بعد جب میں حویلی جاؤں تو یاسر نام کا عذاب میرے سر پہ مسلط نہ کیا جائے۔" وہ کبیدہ سی لگ رہی تھی۔

"آپ کو بڑے سائیں کے خطرے کا احساس نہیں ہے؟" طارق نے پوچھا تھا۔ یہ سوال بڑی دیر سے اس کے ذہن میں کلبلا رہا تھا۔

"مجھے ان کی اتنی پروا نہیں کیونکہ میں مما پپا کی جائیداد کی اکلوتی وارث ہوں اور وہ یہ سب حاصل کیے بغیر ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے یاسر کے ساتھ شادی کے معاملے میں بھی مجھے یہی حکمت عملی نظر آتی ہے۔ میں اتنی بڑی نہیں ہوں پپا کے گہرے دوست انکل ایڈووکیٹ ہیں میں نکاح نامے کی ایک کاپی ان کے پاس رکھواؤں گی تاکہ کسی بھی خطرے کی صورت میں اسے کام میں لایا جا سکے۔ ہاں کہیں تم کام خراب کر دینا۔"

"کیسے کام خراب ہو گا؟" اس نے انکساری سے پوچھا۔

"کہیں میرے اور اپنے نکاح نامے کا ڈھنڈورا نہ پیٹ دینا۔"

ایک طنزیہ مسکراہٹ نے اس کے لبوں کا احاطہ کر لیا تھا۔

"ویسے آپ کا کیا خیال ہے اس بارے میں مثلاً میرے بارے میں؟" طارق کا سوال بے ساختہ تھا۔

"تم بابا سائیں کے خاص بندے ہو مگر تم پہ اعتبار کرنا میرا مجبوری ہے کیونکہ اس وقت کوئی اور شخص میری نظر میں نہیں ہے۔" نہ جانے کیوں رحل کی نگاہ جھک گئی تھی۔

"آپ جیسی لڑکی سے تو کوئی بھی شخص بڑی آسانی سے شادی کے لیے تیار ہو سکتا ہے کیونکہ آپ صاحب جائیداد ہیں، خوب صورت ہیں اچھے خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔" طارق کی مخصوص نگاہیں اس پہ ٹک گئی تھیں۔

"میں کبھی ان چکروں میں نہیں پڑی بس اپنے آپ میں مگن رہی، مما اور پپا کی محبت نے کسی اور طرف دیکھنے ہی نہیں دیا۔ ویسے تم ایک بات تو بتاؤ کتنا پڑھے لکھے ہو کبھی کبھی تم مجھے بڑے گہرے اور پراسرار لگتے ہو تمہاری شکل و صورت چغلی کھاتی ہے کہ تمہارا تعلق کسی اچھے خاندان سے ہے۔" اس کی سوچ کی رو اب طارق کی طرف پلٹ گئی تھی۔ وہ ہنس دیا۔

"میں اتنا پڑھا لکھا نہیں ہوں عام سا انسان ہوں تب ہی تو آپ کی چاکری کر رہا ہوں اور میرا خاندان میری طرح عام سا ہے میں اتنا خاص نہیں ہوں یہ آپ کی غلط فہمی ہے کہ میں پراسرار ہوں۔" طارق نے قصداً" لاپروا انداز اپنایا تھا۔ یہی ہوا رحل پھر بھول بھال کے اپنے مطلب کے موضوع پہ آگئی تھی۔

☼ ☼ ☼

سب کچھ بڑی آسانی سے ہو گیا تھا۔

طارق ادھر ادھر گشت کرنے کے بعد خاصی دیر بعد لوٹا تھا۔ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس نے رحل کے

کمرے کی طرف دیکھا تھا جس کا دروازہ اور لائٹ بند تھی۔ بے ساختہ ایک پژمردہ مسکراہٹ لبوں پہ آ کے معدوم ہو گئی تھی۔

وہ دن میں زندگی کا رخ بدل چکا تھا۔ اگر بڑے سائیں اور حویلی کے دیگر بڑوں کو علم ہو جاتا کہ وہ رحل کی زندگی کا مالک بن گیا ہے تو اسے ایک منٹ سے بھی کم میں بھوکے کتوں کے آگے پھنکوا دیا جاتا یعنی قصہ ہی ختم ہو جاتا۔ بڑے سائیں اسے برابر بٹھاتے تھے ہر بات میں مشورہ لیتے تھے اس نے ایک طرح سے ان کے اعتماد کو توڑا تھا۔

رحل نے برسوں کتنے اعتماد سے پوچھا تھا "مجھ سے شادی کرو گے؟" کتنی رعونت تھی رحل کے انداز میں کہ یہ شادی نام کی ہو گی کتنی خود غرض اور سنگدل تھی وہ کتنے آرام سے پلان کیا تھا اپنے مطلب کے لیے اسے استعمال کیا تھا۔ جب مطلب نکل جاتا اسے دودھ سے مکھی کی طرح زندگی سے پھینک دیا جاتا بس یہی اوقات تھی اس کی۔ اس نے اچھی خاصی رقم آفر کی تھی جس میں آدھی اس کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر ہو گئی تھی۔ باقی آدھی معاہدے کے مطابق تب ملتی جب وہ رحل کو طلاق دیتا۔

رحل نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ وہ بیچ بیچ اس کا شوہر بننے کی کوشش نہ کرے تو آج نکاح سے پہلے وہ معمول سے ہٹ کے قدرے اہتمام سے تیار ہوئی تھی۔

نکاح کے بعد جب طارق نے اسے دیکھا تو اچانک احساس انگڑائی لے کر بیدار ہوا کہ اب ان کے تعلقات کی نوعیت بدل گئی ہے۔

وہ برابری کی سطح پہ آ گیا ہے بلکہ طارق کا مقام اس سے ایک درجہ اونچا ہو گیا ہے اس نے خود جو اسے بقائمی ہوش و حواس شوہر تسلیم کیا ہے۔ وہ اسے اچھی تو پہلے سے لگتی تھی اب اس کی ملکیت میں آ چکی تھی۔ رحل نے قدم قدم پہ اس کی تذلیل کی تھی اسے اس کی اوقات یاد دلائی تھی اسے کم ذات و کم مایہ ہونے کا طعنہ دیا تھا وہ آج ایک ہی وار میں اس کے تمام بدلے اتار سکتا تھا کیا ہوا جو معمولی سا ملازم ہے اب تو اس کا شوہر ہے۔ وہ کیا کر سکتی ہے زیادہ سے زیادہ شور مچا سکتی ہے آنسو بہا سکتی ہے اور مفتوحہ قوم کے مقدر میں آنسو بہانا ہی لکھا ہوتا ہے۔

کیسی کیسی سوچیں تھیں جو اس کے ذہن میں آ رہی تھیں۔

وہ تو آرام سے کمرہ بند کر کے سو گئی تھی کتنا فاصلہ تھا بیچ میں محض چند سیڑھیوں اور قدموں کا وہ اوپر کی منزل پہ رہائش پذیر تھا جبکہ رحل نیچے اپنے بیڈ روم میں ہوتی تھی۔ نادان لڑکی آگ اور بارود کے گھیرے میں کھڑی ہوئی تھی۔ خود سے لڑتے لڑتے وہ کافی دیر بعد سویا تھا۔

☼ ☼ ☼

طارق گزشتہ ایک ہفتے قبل یہ کہہ کر گیا تھا کہ پنجاب کے دور افتادہ ایک گاؤں میں اس کے ماموں تھے جن کی طبیعت کافی خراب ہے اس نے بڑے سائیں سے اجازت لے لی۔ تایا نے اس کی جگہ اسلم اور اس کی بیوی کو رحل کے پاس چھوڑا ہوا تھا۔ وہ خود بھی [illegible] تھی۔

حالانکہ عاطف اسلم کے کنسرٹ کے چار ٹکٹ لائی تھی جو پی سی میں ہو رہا تھا۔ ان دونوں کے ساتھ لائبہ اور زوباریہ بھی تھیں۔

حالانکہ زوباریہ اور لائبہ شو کے خاتمے کے بعد آٹوگراف لینے کے چکر میں وہیں کھڑی ہو گئیں۔ وہ ان سے کہہ کر باہر کھلی فضا میں آ گئی۔ سوئمنگ پول سے قدرے ہٹ کر بیٹھتے ہوئے اس نے خود کو خاصا پرسکون محسوس کیا۔

سافٹ ڈرنک گھونٹ گھونٹ پیتے ہوئے وہ سامنے سوئمنگ پول میں اٹکھیلیاں کرتے نوجوانوں کو قطعاً "غیر ارادی طور پہ دیکھ رہی تھی۔ اچانک گلاس اس کے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے بچا۔ سوئمنگ پول سے برآمد ہو کر جس شخص نے نیلے تولیے سے گیلے جسم کو صاف کیا تھا وہ طارق کے سوا کون ہو سکتا تھا۔

کنارے پہ بچھی چیئرز میں سے وہ ایک پہ آرام دہ انداز

میں ہم راز ہو چکا تھا۔ ساتھ ہی دوسری سائیڈ پہ ایک طرح دار سی لڑکی بیٹھی ہوئی تھی جس کے ساتھ وہ باتیں کر رہا تھا۔

رحل پہ حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے' طارق جیسا معمولی شخص ایک حسین و پرکشش لڑکی کے ساتھ یہاں کیا کر رہا تھا۔ اس کا پر اعتماد انداز بتا رہا تھا کہ وہ یہاں آتا جاتا رہتا ہے۔

اس سے رہا نہیں گیا تیز تیز قدم اٹھاتی اس کے سامنے پہنچ گئی۔ اس کا خیال تھا کہ اسے سامنے پا کر حیران رہ جائے گا' پر وہ الٹا سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگا جیسے جانتا ہی نہ ہو۔

"طارق! تم یہاں کیا کر رہے ہو تم تو گاؤں کا کہہ کر گئے تھے؟" وہ اجنبی انداز میں اسے دیکھنے لگا

"محترمہ! آپ کون ہیں؟" اس کا شاندار مضبوط بدن دھوپ میں چمک رہا تھا۔ اس کے ساتھ بیٹھی لڑکی بھی حیرت و دلچسپی سے رحل کو دیکھ رہی تھی۔

"طارق! تم ہوش میں تو ہو۔"

"محترمہ! آپ نے کیا طارق طارق کی رٹ لگائی ہوئی ہے میرا نام ولید ہے ولید آفریدی۔"

"تم طارق نہیں ہو؟" اسے ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا۔

"سونیا! تم ہی انہیں یقین دلاؤ کہ میں طارق نہیں ہوں۔" وہ تمسخرانہ رحل کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا تو اس نے سبکی محسوس کی۔ "میرا آئی ڈی کارڈ انہیں دکھاؤ۔"

"اس میں ان کا قصور نہیں ہے' تمہاری پرسنالٹی ہی ایسی ہے۔" وہ دلکش حسینہ طنزیہ بولی تو رحل نے سخت توہین محسوس کی۔ وہ وہیں سے مڑی اور ہارا ہرا ہر پارکنگ لاٹ میں کھڑی اپنی گاڑی کے پاس آ گئی۔

وہ حیران تھی کہ دو بندوں میں اس حد تک بھی مشابہت ہو سکتی ہے۔ صرف ہیر اسٹائل کا فرق تھا۔ طارق کے بال پیچھے کی طرف مڑے ہوئے تھے جبکہ یہ شخص اپنا نام ولید آفریدی بتا رہا تھا اس کا ہیر اسٹائل جدید فیشن کے مطابق تھا۔ دونوں کے جسم کسرتی اور مضبوط تھے' ویسے ہی نقوش طارق ان کا ملازم اور یہ شخص ولید آفریدی ہائی جینٹری کا پروردہ لگ رہا تھا۔

اس نے باقی تینوں دوستوں سے اس بارے میں ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ وہ طارق کو دیکھ چکی تھی۔ اپنے نکاح کے بارے میں رحل نے ان کے آگے زبان نہیں کھولی تھی' اس وقت طارق اور ولید کی مشابہت کے بارے میں پوچھنا ایک نئی بحث میں پڑنے کے مترادف ہوتا۔

وہ شدت سے طارق کی آمد کی منتظر تھی۔

آج صبح اتوار تھا اس کی آنکھ دس بجے کے قریب کھلی وہ اٹھ کے سیدھی لان میں چلی آئی۔ وہاں طارق بنی سی بنیان اور ٹراؤزر میں ملبوس ایکسرسائز کر رہا تھا۔ وہ بے تابی سے اخبار پھینک کر اس کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

"[illegible] بہت زور [illegible]"

"کیوں کیا ہوا تھا"

"تمہارا ہم شکل کوئی بھائی یا رشتہ دار ہے؟"

"نہیں' خیریت تو ہے' آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟"

"ایسے ہی۔" وہ کرسی پہ بیٹھ گئی۔ وہ بڑے غور سے طارق کو دیکھ رہی تھی۔ بالکل ویسی ہی وجاہت اور مضبوط سراپا۔

اس کی پر سوچ نگاہیں وہ خود پہ ٹکے محسوس کر چکا تھا گردن گھما کے اسے دیکھا۔ کیا کچھ نہیں تھا طارق کی آنکھوں میں' کسی بے اختیار جذبے کی لو سے دہکتی آنکھیں اس کا تن من جلا گئیں' اسے یوں لگا اگر وہ یونہی اسے تکتا رہا تو وہ موم کی طرح پگھل جائے گی۔

"کیوں مجھے نظر لگانے کا ارادہ ہے مان لیا بہت ہینڈسم ہوں۔"

اف کتنا زعم تھا اسے خود پہ' رحل نے جھینپ کر نظروں کا زاویہ بدلا اور انداز بھی۔

"اب ایسی بھی بات نہیں ہے' میں نے تمہارا ہم شکل ایک شخص دیکھا تھا۔ اس لیے تمہیں دیکھ دیکھ کے حیران ہو رہی تھی کہ دو بندوں میں اتنی زبردست مشابہت بھی ہو سکتی ہے۔"

"لگتا ہے بڑا اچھا لگا ہے وہ آپ کو؟" طارق اسے چھیڑنے کی جسارت کر بیٹھا تو وہ تپ سی گئی۔

"اپنی حد میں رہا کرو۔"

"ابھی تک تو حد میں ہی ہوں' جس روز حد سے باہر نکلا آپ کو بڑی شکایت ہو گی۔"

"تم مجھے دھمکی دے رہے ہو؟"

"جی نہیں حقیقت بیان کر رہا ہوں' جس کی طرف سے آپ نے جان کر آنکھیں بند کی ہوئی ہیں' میرا اور آپ کا رشتہ ایسا نہیں ہے جسے بھلا جا سکے۔" طارق جارحانہ تیوروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ بے خبر سوئی ہوئی تھی جب اس کی آنکھ سیل فون کے بجنے سے کھلی۔ اسکرین پہ فاروق گیلانی کا نمبر جگمگا رہا تھا پریشانی کے عالم میں سیل آن کر کے اس نے کان سے لگایا۔

"رحل بیٹا! طارق کو اٹھاؤ۔ میں کافی دیر سے اس کے سیل نمبر پہ ٹرائی کر رہا ہوں وہ ریسیو ہی نہیں کر رہا اسے اٹھا کر کہو مجھ سے بات کرے بہت ضروری کام ہے۔" وہ پریشان اور فکر مند سے لگ رہے تھے۔ فون بند کر کے رحل نے تنقیدی نظر سے پہنی ہوئی پنک نائٹی کو دیکھا اور پھر سائیڈ پہ پڑا دوپٹہ اٹھا کر اوڑھ لیا۔

جونہی اس نے دروازے پہ دستک دینا چاہی وہ کھلتا چلا گیا' شائد طارق لاک لگانا بھول گیا تھا۔ کمرا نیلگوں روشنی میں ڈوبا ہوا تھا۔ طارق بیڈ پہ پیٹ کے بل الٹا لیٹا تھا۔ اس کڑیل جوان مرد کو یوں بکھرے انداز میں سوتے دیکھ کر اسے حجاب سا آ گیا اسے جگانا دشوار امر محسوس ہو رہا تھا۔ دو تین بار اس کے سرہانے کھڑے ہو کے اس نے اسے آواز دی۔ اس کے گزشتہ رویے کے پیش نظر رحل کو اب ڈر بھی لگ رہا تھا اس نے ہچکچاہٹ کے عالم میں زور زور سے اس کے کندھے کو ہلایا تو وہ سیدھا ہوا مگر آنکھیں اب بھی بند تھیں۔

"طارق' طارق' اٹھو۔" اس نے پھر آواز دی پر طارق کے وجود میں جنبش تک نہیں ہوئی۔ رحل نے جھک کے جونہی اس کے سینے پہ ہاتھ رکھا طارق کے ہاتھ میں اس کی کلائی آ گئی۔ اس نے تڑپ کے پیچھے ہونا چاہا پر بے سود طارق نے اسے زوردار انداز میں جھٹکا دیا وہ اس کے پاس آ گری۔ سرخ نیند سے بوجھل آنکھیں اس کے چہرے کے بہت قریب تھیں۔

"آدھی رات کو کیوں میرے کمرے میں آئی ہیں' میں اتنا خوب صورت خواب دیکھ رہا تھا حقیقت میں تعبیر سامنے آ گئی ہے۔"

"دور ہٹو مجھ سے۔" اس کے ہوش اڑ گئے تھے۔

"تایا کا فون ہے تم سے ضروری بات کرنا چاہ رہے ہیں۔" وہ بجلی کی تیزی سے اٹھی اور دروازے کے پاس پہنچی۔

"الفت کے تقاضے کچھ کہہ رہے ہیں' آپ ترسا کے جا رہی ہیں۔" اس نے پیچھے سے ہانک لگائی وہ لڑکھڑاتے قدموں سے سیڑھیاں اتر کر کمرے تک آئی اور اندر گھس کر دروازے کو لاک لگایا۔

"تمہاری سرکشی کو لگام دینا ہی ہو گی۔" وہ دانت کچکچا کر رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

امتحانوں سے فارغ ہوئے آج ایک ہفتہ ہو چکا تھا اسے اب حویلی کے لیے روانہ ہونا ہی تھا۔ تایا فاروق گزشتہ دو دن سے اسے آنے کی یاد دہانی کروا رہے تھے۔ طارق صبح سے غائب تھا' وہ دوپہر کے بعد لوٹا تو فوراً" رحل کو گاؤں روانگی کا بتایا' مرتی کیا نہ کرتی کے مصداق اسے عمل کرنا ہی تھا۔ حالانکہ موسم کے تیور

بڑے خراب لگ رہے تھے۔ گزشتہ رات وقفے وقفے سے بارش ہونا شروع ہوئی تھی جس کا سلسلہ اب بھی جاری تھا۔ رحل اس کے ساتھ جانے سے بچنا چاہ رہی تھی دعا کر رہی تھی کہ حویلی سے کوئی آجائے اس لیے تو وہ ایک بجنے سے ٹال رہی تھی پر آج تایا نے زور دے کر ہر حال میں پہنچنے کی تاکید کی تھی۔

پورے چھ گھنٹے کا سفر تھا۔ اوپر سے طارق اسے زچ کرنے پہ تلا ہوا تھا۔ رات والے اس واقعہ کے بعد رحل نے اس سے کترانا شروع کر دیا تھا۔ صد شکر پھر طارق نے کوئی ایسی حرکت نہیں کی۔ مگر وقتاً ”فوقتاً“ شوخ جملوں کا تبادلہ کرنے سے باز نہ آتا۔

وہ لاہور کی حدود سے نکلے تو بارش نے زور پکڑ لیا۔ شام میں اندھیرے کا سماں تھا۔ طارق بڑی توجہ سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ رحل چوکنا تھی۔

طارق کو ڈرائیونگ کرتے ڈیڑھ گھنٹے سے زائد ہو چکا تھا بارش بھی اسی تواتر سے ہو رہی تھی۔ اسے اب سگریٹ کی طلب ہو رہی تھی۔ سامنے کچے راستے میں گاڑی اتار کر طارق نے روکی۔ جیب سے سگریٹ اور لائٹر نکالا۔ سگریٹ سلگا کر اس نے لمبے لمبے تین چار کش لگاتار لیے۔ کہیں دور بجلی کڑکی تھی۔ رحل نے دونوں گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹ لیے اور سر جھکا لیا۔ اس کا جسم ہولے ہولے لرز رہا تھا۔

”کیا ڈر لگ رہا ہے آپ کو؟“ مڑ کر اسے تکتے ہوئے طارق نے ہمدردی سے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

”آگے آجائیں میں بھی خاموشی سے تنگ آگیا ہوں باتیں کریں گے تو راستہ آرام سے کٹ جائے گا۔“ وہ شرافت کے لبادے میں تھا۔ رحل نے ایک بے اعتبار نگاہ اس پہ ڈالی اور دوبارہ نفی میں سر ہلایا۔

؎ یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا۔“

اس نے بڑی حسرت سے مصرعہ پڑھا اور سگریٹ پینے کے بعد دوبارہ گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

طارق نے معمول سے ہٹ کے آج کافی تیز رفتاری کا مظاہرہ کیا تھا۔ رات نو بجے وہ حویلی پہنچ چکے تھے۔

”اب شکریہ کا ایک جملہ ہی کہہ دیں پوری ذمہ داری سے یہاں لایا ہوں آپ کو۔“ جب وہ نیچے اتری تو طارق بے ساختہ بولا۔ وہ سنی ان سنی کر کے آگے بڑھ گئی۔

☆ ☆ ☆

فاروق گیلانی کے بیٹے معظم کی شادی تھی۔ تیاریاں گزشتہ مہینے سے جاری تھیں۔ روز رات کو لڑکیوں کی محفل جمتی ڈھولک بجائی جاتی ہنسی مذاق ہوتا۔ رحل کو جس انجان خدشے کا ڈر تھا وہ سامنے آگیا۔ گھر میں اس کی اور یاسر کی شادی کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں۔ وہ بھی سختی اور پریشان ہوتی۔ کیونکہ فاروق گیلانی سمیت سب کا فیصلہ تھا کہ معظم کے نکاح کے دن رحل اور یاسر کا بھی نکاح ہوگا۔ شادی کی تاریخ مقرر ہو چکی تھی۔ کارڈز چھپ کے آگئے تھے صرف سات دن باقی تھے طارق اگرچہ اس [illegible] وقت میں رحل کو اس کی مدد کی ضرورت تھی۔ وہ روز رات کو مردانے میں آتا اور کافی دیر بعد جاتا۔ وہ موقعے کی تلاش میں تھی کہ کسی طرح اس سے بات کر سکے۔ معظم بھائی کی مہندی کے روز یہ موقع مل ہی گیا۔

وہ ساری لڑکیاں طشتریوں میں مہندی سجا رہی تھیں۔ جب سجا چکیں تو رحل کو کہا اندر لے جا کر رکھ دے۔ جاتے ہوئے سیڑھیوں کے پاس اسے طارق کھڑا نظر آیا۔

”سنو باغ میں پہنچو میں آرہی ہوں۔“ وہ آواز دبا کے بولی اور آگے بڑھ گئی۔

آدھے گھنٹے بعد اسے یہ موقع ملا۔ گھر مہمانوں سے بھرا ہوا تھا کسی نہ کسی طرح نکل کر چھپتی بچاتی وہ باغ میں پہنچی۔ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس نے طارق کو دیکھنے کی ناکام کوشش کی۔ درختوں کی وجہ سے گھور اندھیرا تھا۔ اپنی بے وقوفی پہ وہ پچھتائی کہ ناحق یہاں اسے بلوایا۔ اتنا بڑا رقبہ تھا کہاں اسے ڈھونڈتی پھر ڈر بھی لگ رہا تھا۔ دھیرے دھیرے قدم رکھتی وہ قدرے کھلے احاطے میں پہنچی تو زمین پہ قدموں کی دھمک محسوس ہوئی کوئی بھاگ رہا تھا، چوڑیوں اور پائل کی مدھم آواز بھی آرہی تھی جو بھاگنے کے ردعمل کے نتیجے میں تھی۔ آواز قریب آتے آتے دور ہوتی گئی اور پھر یکلخت خاموشی چھا گئی قیامت خیز خاموشی۔ سناٹے میں کھڑکھڑاہٹ کی آواز گونجی اسے یوں لگا جیسے کسی نے اس کے قریب سانس لی ہو۔ رحل کا دل اچھل کے حلق میں آ گیا۔ کسی نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو اس کے لب چیخنے کی کوشش میں کھلے اس سے پہلے کہ آواز نکلتی کسی نے لوہے جیسا مضبوط ہاتھ اس کے منہ پہ جما دیا اور ایک طرف گھسیٹا۔

”ہیروئن بننے کا بہت شوق ہے۔“ طارق پھنکارا اس کے کان کے قریب غرایا، ساتھ ہی اس کے منہ سے ہاتھ ہٹا دیا۔ ابھی تک اس کے حواس قابو میں نہیں [illegible] سانسوں پہ قابو پایا۔

”طارق! تایا جان میرا نکاح کر رہے ہیں۔“

”تو میں کیا کروں؟“ اس کا اطمینان قابل دید تھا۔

”یہ تم کہہ رہے ہو میں بہت پریشان ہوں۔“

”اب کیا ہے تو بھگتیں خود ہی۔“ وہ تمسخر خیز لہجے میں بولا تو وہ بپھر گئی۔

”تمہیں کیا کوئی بھی پریشانی نہیں ہے؟“

”کس بات کی پریشانی؟ آپ نے مجھے قربانی کا بکرا بنایا ہے کون سا سچ کا شوہر تسلیم کیا ہے کاغذی رشتہ ہی تو ہے ہمارا بلکہ معاہدہ ہے دونوں کے مابین ضرورت اور مجبوری کا۔ آپ نے میری مجبوریوں کا سودا کیا ہے میری غیرت کا مذاق اڑایا ہے میں ابھی آپ کو آزاد کرتا ہوں کل بھی تو کرنا ہے نا، آپ آرام سے چھوٹے میاں کے ساتھ شادی کریں۔“

”ارے ابھی نہیں ایسا غضب نہ کرنا۔“ وہ گھبرا گئی۔

”کیوں پھر آپ کو دور لے چلوں۔ سب سے دور جہاں یاسر کا خوف نہ ہو ویسے بھی آپ کو اس نظر سے وہ اچھا نہیں لگتا۔ میں جوان ہوں ہر لحاظ سے صحت مند ہوں لڑکیاں خود ہی لفٹ بھی دیتی ہیں شاید آپ بھی غور سے دیکھیں تو اچھا لگنے لگوں۔“ وہ شرارت پہ اتر آیا۔

”نہیں نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔“

”کمال ہے یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں، نہ جانے آپ کیا چاہتی ہیں کیوں بھری جوانی میں بیوہ ہونا چاہتی ہیں۔ میں جا رہا ہوں۔“ وہ جانے کے ارادے سے پلٹا تو رحل نے کندھے سے بے اختیار اس کے سفید کلف لگے کرتے کو پکڑا۔ آنسو پلکوں پہ لرزنے لگے۔

”طارق میں بہت پریشان ہوں۔ جانے کیا ہو گا۔“

”نیند آپ کے فراق میں مجھے بھی نہیں آتی۔“ وہ اس سے قدرے ہٹ کر کھڑی ہو گئی جو خفگی کا واضح اظہار تھا۔

”بہرحال آپ فکر نہ کریں میں ایسے ہی تنگ کر رہا تھا۔ اب آپ جائیں میں کچھ سوچتا ہوں۔ زیادہ دیر یہاں رکنا مناسب نہیں ہے خوامخواہ کسی کو شک ہو جائے گا میں تو مرد ہوں بہت کچھ کر سکتا ہوں مگر آپ ــــ“ وہ قصداً کچھ بولتے بولتے رک گیا تو رحل کو اچانک ہی خیال آیا اور وہ پوچھ بیٹھی۔

”فرض کرو تایا جان میرا نکاح یاسر کے ساتھ کرنے لگتے ہیں تب تم کیا کرو گے؟“

”اگرچہ آپ نے کچھ شرائط کے ساتھ شادی کی ہے مگر ہم ایک بار جس کو عزت بنا لیں پھر اس کی طرف دیکھنے والے کی آنکھ ہی نکال لیتے ہیں۔“ طارق کے لہجے میں اتنی سفاکی اور سرد مہری تھی کہ رحل کی ریڑھ کی ہڈی سنسنا اٹھی۔

اس کے جانے کے بعد طارق کچھ دیر وہیں کھڑا رہا۔ سگریٹ نکال کے سلگایا ذہن قدرے پرسکون ہوا تو وہ تب رہائشی حصے میں آیا۔

ہنگامہ عروج پہ تھا۔ سب اسے ہی ڈھونڈ رہے تھے۔ مہندی کی رسم کے لیے جب معظم کو اندر لایا گیا

تو وہ بھی ساتھ ہی تھا۔

نرمین کی آنکھیں اسے دیکھ کر جگمگا اٹھیں۔

راسلک کے کرتے شلوار میں ملبوس اپنے بلند قامت سمیت وہ یہاں موجود سب لڑکوں میں نمایاں لگ رہا تھا۔ معظم کے سسرال سے آئی کتنی ہی لڑکیاں اسے دلچسپی سے دیکھ رہی تھیں۔ وہ کہیں سے بھی ملازم نہیں لگ رہا تھا۔

رحل قدرے پریشان پریشان سی الگ بیٹھی ہوئی تھی۔ طارق نے اس کی کیفیت جان لی تھی۔ نرمین کی خود میں بڑھتی دلچسپی اسے الجھا رہی تھی۔ رحل اپنی پریشانی میں اتنی مگن تھی کہ اس نے دھیان ہی نہیں دیا۔ ورنہ نرمین کے چہرے پہ کھلتے گلاب آنکھوں کی چمک لبوں کی مسکراہٹ بہت سی ان کہی داستانیں سنا رہے تھے۔

پرسوں معظم کا نکاح تھا۔

رات کو تائی مرجان نے بھاری کام سے مزین لہنگا چولی سمیت اسے دکھایا۔

"رحل! یہ پہن کے چیک تو کرو' ویسے تو تمہارے ناپ کا ہے مگر پھر بھی پہن کے دیکھو۔" رحل نے سب کے چہروں کو دیکھا۔ نرمین نے بڑی حسرت و دلچسپی سے سامنے پڑے عروسی جوڑے پہ ہاتھ پھیرا۔ اس کے نہ جانے کون کون سے خواب اس جوڑے کے ساتھ وابستہ تھے۔ کون کون سے ارمان تھے جو دل میں دبے رہ گئے تھے۔

بے اختیار ہی اس کے ذہن میں طارق کا عکس لہرایا تو وہ شرما سی گئی جیسے وہ سامنے ہی تو ہو۔ کتنا سنگدل اور صدیوں کی بلندی پہ لگتا تھا وہ نرمین کو طارق کے ساتھ پہلا تصادم اسے ابھی تک یاد تھا۔

طارق کو حویلی آئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا۔ اس نے گیلانیوں کا اعتماد بہت جلد حاصل کر لیا تھا۔ وہ ان چند گنے چنے ملازموں میں شامل تھا جنہیں زنان خانے میں جانے کی اجازت بغیر کسی روک ٹوک کے تھی۔

وہ چھوٹی چچی کے کمرے میں بیٹھی عاصمہ کے ساتھ باتیں کر رہی تھی جب بوا نے آ کے بڑی تائی کے بلاوے کا بتایا۔ وہ سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ اس کا دوپٹہ جانے کیسے ریلنگ میں اٹکا۔ اپنے زور میں آگے بڑھتی گئی۔ دوپٹے کا کونا اس زور کے ردِ عمل کے نتیجے میں [illegible] چرچرایا وہ لڑکھڑائی۔ طارق اوپر آ رہا تھا۔ وہ پورے [illegible] سے گرنے والی تھی' جب طارق نے اسے اپنے بازوؤں کا سہارا بخشا۔ وہ گرنے سے تو بچ گئی پر دل پہ چوٹ کھا بیٹھی۔ میٹھے میٹھے سے درد کے احساس نے اسے جکڑ لیا۔ نیند اس دن ایسی اڑی کہ آئندہ آنے والی بہت سی راتیں اسی بے سکونی کی نذر ہو گئیں۔

بہت دفعہ اس نے طارق کے چہرے پہ کچھ ڈھونڈنا چاہا۔ ناکامی پہ جھنجلائی۔ وہ نہ جانے کس مٹی سے [illegible] تھا اثر ہی قبول نہیں کر رہا تھا اور وہ تو اپنے خوابوں کے زیرِ اثر بہت دور جا چکی تھی۔ اسے پتہ تھا جرأت [illegible] سکتی ہے اس کے ساتھ ساتھ طارق کی جان بھی جا سکتی ہے [illegible] عشق کی آگ تھی جس نے اس کا روم روم جھلسا دیا تھا۔ وہ اسے دیکھتی تو راکھ راکھ ہو جاتی۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ طارق کو پتہ نہ چلتا۔ وہ بہت محتاط ہو کے چل رہا تھا۔ ایک دن جب کڑا [illegible] کے نرمین نے [illegible]

[illegible]

وہ سنتا رہا۔ "میں آپ کی عزت کرتا ہوں اگر کسی [illegible] پتہ چل گیا تو آپ کی جان بھی جا سکتی ہے اور یہ [illegible] نہیں چاہتا۔ آپ بہت اچھی ہیں۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر روئی۔ طارق پریشان ہو اٹھا۔ بڑی مشکل سے اسے بہلایا۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ اب اس سیلابی ریلے کو روکنا بہت مشکل ہے کسی بھی وقت [illegible] سکتا ہے۔ نرمین اس بات کو جان کر بھی انجان بنی ہوئی تھی۔ اور پھر رحل کے ساتھ اس کا رشتہ دوہری احتیاط کا متقاضی تھا۔

"تائی جان! میں اس جوڑے کو نہیں پہنوں گی۔"

وہ بولی تو سب سناٹے میں آ گئے۔

"اچھا یہ پسند نہیں تو چل کے اور لے لو ابھی [illegible] کا دن ہے تاریخ میں۔" مرجان دل میں تو ہنسکی۔ [illegible] لہجے کو نارمل ہی رکھا۔

"میں نہ یہ اور نہ کوئی اور جوڑا لینا چاہتی ہوں۔"

"کیا کہہ رہی ہو تم۔"

"یہی کہ میں یاسر کے ساتھ شادی نہیں کروں گی۔" اس نے ان سب کے سروں پہ جیسے بم پھوڑا تھا۔

"تائی جان! میں عاقل و بالغ ہوں اپنا اچھا برا سوچ سمجھ سکتی ہوں۔ ایک ایب نارمل شخص کے ساتھ مجھے نکاح قبول نہیں۔"

"اس کے نتائج جانتی ہو کیا ہوں گے؟"

"پروا نہیں۔"

"یہ سب تمہیں جان سے مار دیں گے۔" تائی جان غصے سے چلائیں۔

"ابھی بھی ان کا دل نہیں بھرا اس حویلی میں دو زندہ لاشیں سانس لے رہی ہیں۔" اس کا اشارہ صفورا پھپھو اور نرمین آپی کی طرف تھا۔ "[illegible] مر چکی ہے عاصمہ کو بڈھے کے حوالے کر کے بھی ان کا دل نہیں بھرا جو آپ مجھے بھی اس روایت کی بھینٹ چڑھانا چاہتی ہیں۔" اس کا لہجہ کرب میں ڈوبا ہوا تھا۔

[illegible] فاروق اور سہیل احمد آ گئے۔ [illegible] بھاری باتیں [illegible]

"سارے باہر نکلو۔" فاروق کا اشارہ کمرے میں موجود عورتوں کی طرف تھا۔ نرمین کا چہرہ آنے والے لمحات کے تصور سے زرد پڑ گیا۔ اسے رحل کی موت صاف نظر آ رہی تھی۔ یہی حال باقی سب کا تھا۔ ادھر رحل کی حالت بھی مختلف نہیں تھی۔ اب وہ دونوں سامنے تھے۔

"میں اس نمک حرام کا نام سننا چاہتا ہوں جس نے تمہیں یہ جرأت بخشی ہے۔" وہ پوری قوت سے دھاڑے۔

"تمہارا نکاح یاسر کے ساتھ ہی ہو گا اور پرسوں کے بجائے اگلے جمعے کو ہو گا ساتھ ہی رخصتی بھی ہو گی۔ حویلی کی روایت توڑنے کی اجازت میں کسی کو نہیں دوں گا۔" ان کا لہجہ اٹل اور مضبوط تھا۔

رحل کی جان پتے کی طرح کانپ اٹھی۔ وہ جا چکے تھے۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے اپنے کمرے تک آئی۔

"یا اللہ کیا کروں یاسر کے ساتھ نکاح یہ نکاح جو سراسر گناہ ہے اگر میں طارق کے ساتھ نکاح کے بارے میں بتاؤں تو اس کی زندگی کی ضمانت ختم ہو جائے گی' وہ بھی آخر کسی گھر کا چراغ ہے کسی کی امیدوں کا مرکز ہے' اس کی رگ رگ میں جوانی کا خون ہے کیا زندگی کی تمنا اسے نہیں ہو گی؟ لالچ میں اس نے میرے ساتھ نکاح کیا ہے پر زندگی اسے بھی پیاری ہو گی اور میں کیا اتنی خود غرض ہوں کہ اسے زندگی سے محروم کر دوں؟ میں ایسا نہیں کر سکتی مجھ میں گیلانیوں کی بیٹی ہونے کے باوجود یہ ہمت نہیں ہے۔ پروردگار تو ہی مجھے سیدھا راستہ دکھا۔" جائے نماز تہہ کر کے رکھتے ہوئے وہ ایک نتیجے پہ پہنچ چکی تھی۔

☼ ☼ ☼

گھڑی کی ٹک ٹک گزرتے وقت کا احساس دلا رہی تھی۔ نیند گزشتہ چھ روز سے اس کی آنکھوں سے دور تھی۔ حالات اتنے سنگین تھے کہ نیند آنے کا سوال ہی نہیں ہوتا تھا۔ معظم بھائی شادی کر کے دولہن گھر لا چکے تھے اور دعوتوں میں مصروف تھے۔

کہنی کے بل نیم دراز ہو کر رحل نے وقت دیکھا۔ گھڑی کی سوئی ساڑھے دو بجے کا وقت بتا رہی تھی۔ اس نے سرہانے پڑا دوپٹہ اٹھا کر اچھی طرح اوڑھا پاؤں بیڈ سے نیچے لٹکائے جوتے پہنے۔ دروازہ کھولتے ہوئے اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ پھونک پھونک کے قدم رکھتی وہ طارق کے کمرے تک پہنچی۔

اس نے دروازہ ہلکے سے بجایا۔ پہلی دستک پہ ہی دروازہ کھل گیا۔ طارق سامنے کھڑا حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ اسے ہٹاتے ہوئے اندر آ گئی۔

"طارق! مجھے یہاں سے لے چلو۔"

"اس وقت کہاں لے جاؤں۔"

"مجھے ملائکہ کی طرف لے جاؤ' یہاں حالات بہت خراب ہیں' کچھ بھی ہو سکتا ہے' میں تمہارے لیے پریشانیاں کھڑی نہیں کر سکتی کیونکہ ایسا کر ـــ" باقی کے لفظ اس کے منہ میں ہی رہ گئے۔ یکلخت ہی دروازہ

کھلا فاروق، سہیل اور ایاز بیٹوں سمیت اندر گھس آئے۔ اس قیامت کا رحل نے تصور تک نہ کیا تھا۔

"نمک حرام! مجھے تم پہ کچھ دنوں سے شک تو تھا مگر اب یقین آگیا ہے۔ میں تمہیں بھوکے کتوں کے آگے پھنکواؤں گا۔" فاروق کے منہ سے غیظ و غضب کی شدت سے گویا جھاگ نکل رہا تھا۔

"اور تم رات کو اس کے کمرے میں کیا لینے آئی تھیں؟" فاروق نے طارق کے پیچھے کھڑی رحل کو اپنی طرف کھینچنا چاہا۔

"اسے چھوڑ دیں۔" طارق کا اطمینان قابل دید تھا۔ فاروق نے سہیل کو اشارہ کیا، اس نے ملازموں کو آوازیں دیں۔ اس شور شرابے سے سب ہی بیدار ہو گئے۔ طارق کے کمرے میں مجمع لگ گیا تھا۔

"تم کارو اور یہ کاری ہے۔" فاروق نے طارق اور رحل کی طرف اشارہ کیا "کتے کی موت ماروں گا دونوں کو۔"

خالد، انور اور ماجد مالکوں کے اشارے کے منتظر تھے۔

"لے جاؤ اسے۔" سہیل نے طارق کی طرف اشارہ کیا۔ مگر ان میں سے کسی نے بھی حرکت نہ کی تو فاروق کو طیش آگیا، وہ رحل کو مارنے کے ارادے سے ریوالور نکالنے لگے۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنے ارادے پہ عمل کرتے طارق نے بھی ریوالور نکال لیا۔

"اسے آپ ہاتھ نہیں لگا سکتے کیونکہ یہ میری بیوی ہے۔" اس نے جیب سے نکاح نامہ نکال کر سامنے فاروق کی طرف پھینکا "انور اور خالد انہیں میری گاڑی میں بٹھاؤ ہم ابھی یہاں سے نکل رہے ہیں۔" اس کا اشارہ رحل کی طرف تھا۔ جس کا چہرہ دھلے لٹھے کی مانند سفید پڑ چکا تھا۔ خالد اور انور کے ہاتھوں میں بھی آتشیں اسلحہ چمک رہا تھا۔

فاروق گیلانی کو عین وقت پہ مات ہوگئی تھی ان کے اپنے ملازموں نے دھوکا کیا تھا۔ طارق نے ہی تو درخواست کی تھی کہ انہیں بھی اپنے ہاں رکھ لیں یہ آپ پہ جان وار دیں گے اور ایسا ہی ہوا تھا کیسا ہی وقت آتا وہ تینوں آگے آگے ہوتے مگر آج ان کی وفاداریاں طارق کے ساتھ تھیں۔ وہ تھے طارق کے ساتھ، جسے انہوں نے دو سال پہلے ملازم رکھا تھا۔

"فاروق گیلانی! میں ذکاء الدین آفریدی کا بیٹا ہوں ولید طارق آفریدی۔" اس نے ان سب کے حواسوں پہ دھماکا کیا "تم حویلی والوں کی عزت نے راضی خوشی مجھ سے نکاح کیا ہے میں اسے ساتھ لے جا رہا ہوں راحیل چچا تو ایسا نہ کر سکے مگر میں نے ان کی روح سے آج اپنا عہد پورا کر دیا ہے فاروق گیلانی کی بھتیجی رحل افتخار گیلانی ولید آفریدی کے نکاح میں آچکی ہے یہ میری بیوی ہے۔ اب میں اس پہ پورا تصرف رکھتا ہوں۔ اگر ملنا ہے تو مل لیں کیونکہ آئندہ آپ اس کی شکل نہیں دیکھ سکیں گے۔" ولید طارق کا لہجہ سرد اور کھردرا تھا۔

[illegible] کا دل [illegible] کے متوقع انجام سے لرز رہا تھا کیونکہ طارق [illegible] انتقا" اس سے نکاح کیا تھا۔ طارق کے حوالے سے سارے نازک احساسات اس وقت بھاپ بن کے اڑ چکے تھے۔ کیا کر بیٹھی تھی رحل۔

[illegible] گاڑی [illegible] انور اور خالد [illegible] رکھا۔ طارق نے فون کر کے اور جانثاروں کو بھی بلا لیا تھا کیونکہ گیلانی کچھ بھی کر سکتے تھے۔

طارق رحل کو بحفاظت وہاں سے نکال لایا۔ اب گاڑی نامعلوم منزل کی طرف رواں دواں تھی۔ اتنے بڑے واقعے کی وجہ سے رحل بری طرح خوفزدہ تھی۔ طارق نے منزل پہ پہنچ کے [illegible] کہا تو وہ بے جان سے انداز میں اس کے بازوؤں میں جھول گئی۔

"کہاں تو اتنی ہمت دکھا رہی تھیں اور اب چڑیا کی طرح سہم گئی ہو۔" وہ اسے سنبھالتے ہوئے بڑبڑایا۔ اندر لا کر اسے اپنے بیڈ روم میں لٹایا اور فضل دین کی بیوی کو آواز دی۔

"اس کا خیال رکھنا یہ بے ہوش ہے۔ جب طبیعت سنبھلے تو مجھے بتانا۔" وہ ہدایات دے کر خالد اور انور کی طرف آیا۔ ان سے تازہ صورت حال معلوم کر

ضروری تھا۔

"ہمارے بندوں نے خوب مقابلہ کیا۔ جمیل اور بلو تھوڑا زخمی ہو گئے ہیں باقی سب ٹھیک ہے۔ گیلانی پاگلوں کی طرح اپنی بوٹیاں نوچتے رہیں گے۔" خالد فخریہ بولا۔ طارق کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اسی لمحہ میں فضل دین کی بیوی گھبرائی ہوئی اس کے پاس آئی۔

"چھوٹی بی بی زور زور سے رو رہی ہیں میں نے تسلی دی پھر بھی وہ چپ ہونے میں ہی نہیں آرہی ہیں۔"

"اچھا تم جاؤ اپنا کام کرو میں دیکھتا ہوں۔" اس نے پستول نکال کے سامنے میز پہ رکھی اور جیکٹ بھی اتار دی۔

"اگر آپ اجازت دیں تو [illegible] حویلی میں یہ خوشی کی خبر پہنچا دیں؟" یہ خالد تھا۔

"نہیں ابھی نہیں میں خود بتاؤں گا تم اپنا منہ بند رکھنا۔" خالد نے اثبات میں سر ہلایا۔

رحل کی گھٹی گھٹی سسکیوں کی آواز بیڈ روم سے [illegible] آرہی تھی۔ جونہی طارق نے اندر قدم [illegible] وہ ہراساں سی ہو کے اٹھ [illegible]

طارق کا وحشت سے بھرپور انداز اس نے رات کو ہی دیکھا تھا ورنہ اس کے رویے سے اس کی شخصیت کے اس جارحانہ پہلو کا کبھی اظہار نہیں ہوا تھا۔ خوش نصیبوں کے جو محل اس نے تعمیر کیے تھے رات ایک جھٹکے سے زمین بوس ہوئے تھے وہ اسے ایک معمولی ملازم [illegible] سمجھی تھی پر وہ کیا نکلا تھا۔ اسے اپنا انجام بھی نظر آ رہا تھا کیونکہ طارق نے مروت نہیں برتی تھی کیونکہ دونوں فریقین آنکھ کے بدلے آنکھ جان کے بدلے جان اور موت کے بدلے موت کے قائل تھے۔

"اب کیا مصیبت ہے وہاں سے آپ کی فرمائش پہ آپ کو لایا ہوں۔ آتے ہی رونا دھونا مچا دیا مانا کہ لڑکیاں اپنی رخصتی پہ روتی ہیں مگر اتنا زیادہ روتی ہیں یہ نہیں پتہ تھا۔" طارق کے الفاظ عام سہی مگر لہجہ عام نہیں تھا۔ طنز کے خنجر اپنی چمک دکھلا رہے تھے۔ "یہ میرا بیڈ روم ہے۔ میں سخت تھکا ہوا ہوں آپ نذیراں سے کہیں وہ آپ کو دوسرا کمرہ دکھا دے گی۔ میں آپ سے بات بعد میں کروں گا۔" وہ جوتے اتار رہا تھا۔ اس کے لیے گویا یہ سب کچھ نارمل روٹین کا حصہ تھا۔ رات والے واقعے کو چند گھنٹے ہی تو گزرے تھے پر طارق پہ سرمو اس کا اثر نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ خوش اور نازاں تھا۔ خوش کیوں نہ ہوتا آج اتنے برس بعد بدلہ جو لے لیا تھا۔

✻ ✻ ✻

شام چار بجے کے قریب اس کی آنکھ کھلی تو بھرپور نیند کے بعد وہ تازہ دم تھا۔ پہلے بابا جان کو فون کر کے سارے واقعات گوش گزار کیے۔

"تم فوراً واپس آؤ۔" انہوں نے اس سے کہا۔

"بابا جان! فی الحال آپ تھوڑا انتظار نہیں کر سکتے؟"

"نہیں اب انتظار کی تاب نہیں ہے۔ جتنا جلدی ہو سکے آؤ وہاں تم محفوظ نہیں ہو۔"

"بابا جان! آپ فکر نہ کریں میں کوئی ایسے ہی نہیں بیٹھا ہوں۔"

"ٹھیک ہے پھر بھی احتیاط کرو" انہوں نے فون بند کرتے ہوئے پھر اسے یاددہانی کرائی تو اس نے باہر نکل کے نذیراں کو آواز دی۔

"جی چھوٹے مالک۔" وہ اس کی آواز سن کر باورچی خانے سے نکلی۔

"رحل کو میرے پاس بھیجو" وہ کہہ کر پلٹ گیا۔ نذیراں نے اس کا حکم رحل تک پہنچایا۔ وہ شاور لے کر ابھی ابھی باتھ روم سے نکلی تھی۔ جسم پہ کل والے کپڑے تھے۔

کیسا وقت آگیا تھا۔ کل تک وہ اس کے حکم کی تعمیل میں اس کے پاس آتا تھا اور آج وہ اس کے اشارے کی منتظر تھی۔ قدرت کی اس ستم ظریفی پہ اسے ہنسی آگئی۔ وہ گیلے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی جب پورچ میں گاڑی رکنے کی آواز آئی اس نے گلاس ونڈو سے جھانکا۔ ریڈ ہنڈا اکارڈ سے وہی ہوٹل والی حسینہ جسے رحل نے سوئمنگ پول کے پاس طارق

کے ساتھ دیکھا۔ نکل رہی تھی۔ خوب صورت لڑکیاں اس نے بہت ساری دیکھی تھیں مگر اس کی دلکشی غضب کی تھی تب ہی وہ رحل کے ذہن کے گوشوں میں محفوظ تھی۔

"نہ جانے یہ اس کی کیا لگتی ہے شاید کوئی دوست یا پھر۔۔۔" قیاس کرتے کرتے وہ رک گئی۔ اب وہ جائے نہ جائے۔ ہاں اور ناں کی کیفیت میں لٹک رہی تھی وہ۔ نذیراں نے دوبارہ طارق کا پیغام پہنچایا تو اسے ڈرائنگ روم کا رخ کرنا ہی پڑا۔

صوفے پہ طارق اور وہ لڑکی پاس پاس بیٹھے تھے۔ اس نے باہر دروازے سے جھانک کر ہی اندر جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اس کے بعد وہ لاشعوری طور پہ بلاوے کی منتظر رہی۔ مایوسی ہی ہوئی۔ وہ واپس آ گئی۔ نذیراں نے اسے یونہی چکر کاٹتے دیکھا تو چائے کا پوچھ بیٹھی۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

وہ لڑکی ڈیڑھ دو گھنٹے بعد رخصت ہوئی۔ تب طارق کو پھر رحل کی یاد آئی۔

"نذیراں! رحل [illegible]" اس نے [illegible] دیکھا مگر وہ کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔

"اپنے کمرے میں ہیں۔"

"اسے فوراً "میرے پاس بھیجو میں انتظار کر رہا ہوں۔"

وہ قطعیت سے کہتا وہاں سے ہٹ گیا۔

رحل نے ہچکچاتے ہوئے کمرے کے دروازے پہ دستک دی تو اندر سے اس کی آواز آئی۔

"آ جائیں کھلا ہوا ہے۔" وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی آگے بڑھی۔ وہ صوفے پہ بیٹھا ریموٹ کنٹرول تھامے چینل سرچنگ میں مصروف تھا۔

"میرا پہلا پیغام کس وقت ملا تھا؟" پتہ نہیں اس نے طنز کیا تھا یا پوچھا تھا۔ وہ چپ رہی۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے؟" اب کی بار وہ رعب سے بولا تو وہ گود میں رکھے اپنے ہاتھوں کو غور سے دیکھنے لگی۔ طارق کو نہ جانے کیوں ہنسی آ گئی۔

"اب تو منہ میں زبان ہی نہیں ہے۔ خیر سفید حویلی چلنے کی تیاری کریں آپ کی سسرال ہے' وہ لوگ نئی دولہن کا شدت سے انتظار کر رہے ہیں۔" اس نے نئی دولہن پہ زور دے کر کہا۔ رحل کے دل میں کوئی ہلچل نہیں مچی البتہ وہ پریشان ضرور ہو گئی۔

"آپ بھول رہے ہیں کہ میں نے نکاح حویلی کے ظالمانہ رواجوں سے بچنے کے لیے کیا تھا اب وہ مجبوری نہیں ہے۔" اسے نہیں پتہ تھا کہ اس نے یہ سب کس جذبے کے زیر اثر کہا۔

"آپ کس دنیا میں رہتی ہیں میں ولید آفریدی ہوں جہاں دشمنی کی پرورش اولاد کی طرح کی جاتی ہے۔ راحیل چچا کا گولیوں سے چھلنی جسم آج بھی بابا جان کو بھول نہیں سکا ہے' دادو کو کتنے عرصے تک یقین ہی نہیں آیا کہ وہ اس دنیا میں نہیں ہیں' وہ پلکیں بچھائے ان کی دولہن کے انتظار میں رہیں کیونکہ چچا کہہ کے گئے تھے وہ اپنی دولہن کو لینے جا رہے ہیں میں پورے پلان کے ساتھ آپ کی حویلی میں داخل ہوا تھا۔

اب ہم دیکھیں گے کسی کا پندار روند کے کون سی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ سچ کے شادیانے بجانے کا حق [illegible] ہاں [illegible] راحیل چچا کا رشتہ گیا انہوں نے مسترد کر دیا تھا مگر انہی کی بیٹی نے [illegible] رضا سے حویلی کے ایک ملازم کے ساتھ نکاح کر لیا۔ ڈوب مرنے کا مقام ہے حویلی کے مردوں کے لیے اور آپ کا کیا خیال ہے میں آپ کو یونہی آزاد کر دوں گا اتنی آسانی سے۔۔۔؟"

وہ ان کے مقابل کھڑا تھا۔ رحل کو جھرجھری سی آ گئی۔ "ایک بار جو ہمارے قبضے میں آ گیا وہ پھر ہماری قید سے آزاد نہیں ہو سکتا' چاہے جتنا زور لگا لے اور پھر آپ تو ہماری ضد ہیں۔"

"آپ نے تو کہا تھا کہ آپ مجھے چھوڑ دیں گے۔ مجھے آپ کی حقیقت کا پتہ نہ تھا ورنہ میں کبھی ایسی غلطی نہ کرتی۔"

"خیر اب تو پتہ چل گیا ہے نا کہ میں آپ کا معمولی سا ملازم نہیں ہوں جس کی ہر وقت آپ تذلیل کرتی تھیں۔ اس کی سزا الگ سے ملے گی۔" وہ بہت سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ رحل نے نظر جھکالی۔

☆ ☆ ☆
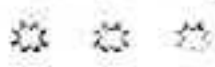
شاندار سے ڈرائنگ روم کے درمیان کھڑی وہ شکل سے ہی ہراساں لگ رہی تھی۔ نوجوان لڑکیاں اور عورتیں بڑے اشتیاق سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ پھر اس کا سامنا طارق کے بابا چچا اور تایا سے ہوا۔ ذکاء الدین نے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا تھا۔ باقی سب بھی اچھے طریقے سے ملے تھے۔ طارق نے جو دشمنی و انتقام اور بدلے کی رٹ لگائی ہوئی تھی اس کی کیفیت ڈھونڈنے سے بھی اسے کسی کے چہرے پہ نہیں ملی۔

''ولید نے تم سے نکاح کیا ہے۔ راحیل کے خواب تو ٹوٹ گئے تھے پر ولید نے ہمارا مان پھر سے بڑھا دیا ہے۔ عورت ہمارے ہاں قابل عزت تصور کی جاتی ہے۔ ہم نے کبھی اپنی ماں، بہن اور بیٹی کو منفی روایات کی بھینٹ نہیں چڑھنے دیا۔ ان لوگوں نے اپنی بیٹی کا رشتہ ہمارے بھائی کو نہیں دیا مبادا اس کی شادی کر کے اسے اس کا حصہ بھی دینا پڑے تب ہی اسے ناکردہ جرم کی بھینٹ چڑھایا گیا۔ سزا راحیل کو بھی ملی۔ مجھے شروع میں پتہ نہیں چلا کہ ولید یہ سب کر رہا ہے جب مجھے خبر ہوئی تو بات بہت آگے تک چلی گئی تھی ناچار ہم بھی چپ ہو گئے۔ تم ہمارے لیے ثانیہ، صبا اور ثناء کی طرح ہو۔ ہم دشمنی کی روایات توڑیں گے اور کیا حرج ہے اگر آغاز تم سے ہو۔'' وہ حیرت سے منہ کھولے آنکھیں پھاڑے دم بخود ذکاء الدین آفریدی کو بولتے سن رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ طارق نے اسے حویلی سے لاتے وقت جس غیض و غضب کا مظاہرہ کیا تھا اس سے اس کے ذہن میں طارق کے خاندان کی ایک تصویر سی بن گئی تھی جو اس کے اپنے خاندان سے زیادہ مختلف نہیں تھی پر یہاں تو بڑی معقولیت کا ثبوت دیا گیا تھا شاید یہ بھی کوئی دھوکہ یا فریب تھا کیونکہ وہ اس وقت افتخار گیلانی اور اپنی ماں کی جائیداد کی واحد وارث تھی۔ اور اسے پتہ تھا ان خاندانی لوگوں میں دولت و جائیداد خون کے رشتوں سے زیادہ اہم ہوتے ہیں طارق نے نکاح کے وقت کتنے لالچ کا مظاہرہ کیا تھا۔ رحل نے منہ مانگی رقم اسے دی تھی پھر بھی اسے ڈرا کر بلیک میل کرنے کے چکر میں تھا۔ اس

کے منہ میں کڑواہٹ سی گھل گئی۔

ولید کی کزن نے اسے اس کے کمرے تک پہنچایا۔ رات بہت ہو گئی تھی۔ اس ہنس مکھ سی طبیعت والی لڑکی کا نام ثانیہ تھا۔ طارق کے چچا کی بیٹی۔ اسے ساری لڑکیاں ہی اچھی لگی تھیں۔ بااخلاق اور شوخ۔ سب کی سب تعلیم یافتہ اور باشعور رحل کو ان پہ رشک سا آ گیا۔ اپنی حویلی کے گھٹے گھٹے ماحول کے برعکس طارق کی کزنز پر اعتماد اور تعلیم یافتہ تھیں۔

کل اور آج کا دن بہت ہنگامہ خیز تھا۔ وہ کہاں سے کہاں آ گئی تھی۔

اس کے پیچھے حویلی میں جانے کیا ہو رہا تھا۔ اس نے کتنا بڑا قدم اٹھایا تھا اس کی سنگینی کا احساس اب ہو رہا تھا۔

حویلی کی کسی لڑکی نے اتنی جرات کا مظاہرہ نہیں کیا ہو گا جتنا اس نے کیا تھا۔ دشمنوں کے پاؤں تلے گیلانیوں کی عزت روند دی تھی۔ طارق کے ساتھ نکاح کر کے ان کے غرور کو توڑ کر آفریدیوں کا مان بڑھایا تھا۔

''بابا کو پتہ چلے گا...'' روتے ہوئے اس نے شکوہ کیا۔ ''پتہ نہیں میں یہاں سے نکل بھی سکوں گی کہ نہیں۔ ولید طارق کے تیور اسے چھوڑنے والے نہیں تھے وہ لالچی شخص یقیناً'' اس کی جائیداد ہتھیانے کے چکر میں تھا۔ اس کی پریشانی فطری تھی۔

''کاش میں ایسا نہ کرتی اس شخص نے مجھے وہاں سے لاتے ہوئے جو ہنگامہ مچایا ہے بابا ابو اور باقی سب برافروختہ ہوں گے کیا کر دیا میں نے یہ اگر میں اپنے خاندان والوں کے ہاتھ لگ جاؤں تو جانے کیا ہو گا؟ آگے کنواں اور پیچھے کھائی والی بات ہے کہیں راہ نجات نہیں ہے۔ جس نے پوری پلاننگ کے ساتھ یہ سب کیا ہے ایسے ہی تو نہیں کیا ہو گا نا یقیناً'' میرا انجام بھی اس کے ذہن میں ہو گا — میں یہاں ان کی قیدی ہوں۔'' منفی سوچیں اس کے دماغ کو جھلسائے دے رہی تھیں۔

رحل کو ولید طارق کے گھر آئے ساتواں روز تھا اس روز کے بعد سے وہ اسے یہاں نظر نہیں آیا تھا اور خود سے پوچھنے کی ہمت اس میں تھی نہیں۔ وہ سفید حویلی والوں کے مزاج کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ سفید ماربل سے بنی یہ پر شکوہ عمارت سفید حویلی کہلاتی تھی۔ چار بھائیوں کی اولادیں یہاں اکٹھے رہائش پذیر تھیں۔ مزاج سب کے سلجھے ہوئے لگتے تھے لیکن درپردہ مکین اپنی خاندانی عظمت کے نشے میں چور بھی تھے۔

☼ ☼ ☼

''وہ میرے ہاتھ لگ جائے تو بوٹیاں کر کے چیل کوؤں کو اپنے ہاتھوں سے کھلاؤں۔ اس نے برسوں کی عزت کو پاؤں تلے روندا ہے، سر پہ چڑھا دیا ہے اس نے ہمارا سب کچھ مٹی میں ملا دیا ہے۔'' فاروق گیلانی غصے سے چلا رہے تھے۔

''بابا ابو زیادتی ہماری بھی تو ہے رحل پڑھی لکھی سمجھدار اور اس کا جوڑ نہیں تھا۔'' یہ عاصمہ تھی جو بڑا تو سب چہرے اس کی طرف دیکھنے لگے انہوں نے لاکھ تنبیہہ کی پر وہ خاموش نہ ہوئی۔ جبر کی حد نہیں ہوتی پر کہیں نہ کہیں اسے رکنا تو پڑتا ہے اور رحل کا یہ قدم اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔'' وہ بے خوفی سے بولی تو فاروق اسے دیکھنے لگے۔ ان کا سارا غرور پانی بن کے بہہ چکا تھا۔

آج رحل نے جو قدم اٹھایا تھی کل کوئی اور لڑکی بھی اس کے نقش قدم پہ چل سکتی تھی اس نے تو سارا منصوبہ ہی چوپٹ کر دیا تھا۔ وہ اس کی تمام جائیداد اپنے قبضے میں کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے اس کے لیے انہوں نے کتنا شاندار اور بے داغ منصوبہ تیار کیا تھا سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ اگر وہ آغاز سے ہی طارق کی حقیقت پا لیتے تو شاید یہ سب نہ ہوتا انہوں نے اسے جانثار مددگار کے طور پہ رکھتے ہوئے ایک منٹ کے لیے اس کے بارے میں چھان بین کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ آنکھیں بند کر کے

اختیارات اسے تفویض کر دیے، وہ بعد میں اور ساتھیوں کو بھی لے آیا۔ وہ پھر بھی نہیں سمجھے حالانکہ وہ کتنے زیرک اور معاملہ فہم تھے ان خیال تھا کہ طارق کی مدد سے وہ رحل کی جائیداد کے مالک بن بیٹھیں گے۔ انہوں نے اس صورت میں طارق کو بھی مالا مال کرنے کا وعدہ کر لیا تھا۔ وہ بھی انہیں بہلاتا رہا اور وہ بہلتے رہے۔ کتنے آرام سے ان کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اس نے اپنا مقصد حاصل کر لیا۔ کتنی کڑی شکست سے دوچار ہوئے تھے۔

راحیل اور مہو کو تو انہوں نے مار دیا تھا۔ پھر رحل کے لیے انہوں نے کتنا گھناؤنا منصوبہ تیار کیا تھا۔ یہ ذلت، یہ بدنامی، یہ رسوائی کہیں اس کا ردعمل تو نہیں تھی۔ کہیں کسی کی آہ تو نہیں لگی تھی؟

وہ پہلی بار ضمیر کی عدالت میں کھڑے ہوئے تھے اور یہ سب انہیں بڑا تکلیف دہ لگ رہا تھا۔ زندگی میں پہلی بار ان کے بیٹے شہریار گیلانی نے ان کے فیصلے کی مخالفت کی تھی۔ وہ اعلا تعلیمی اداروں کا تعلیم یافتہ تھا۔ بڑے آرام سے کہہ دیا۔

''دس از ناٹ فیر۔'' اس کا کہنا تھا اگر وہ رحل کی جگہ ہوتا تو وہ بھی شاید ایسا ہی کرتا۔

☼ ☼ ☼
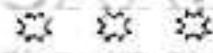
وہ طارق کے سیل نمبر پہ گزشتہ دو روز سے ٹرائی کر رہی تھی پر وہ کال اٹینڈ ہی نہیں کر رہا تھا۔

''جانے کہاں مرا ہوا ہے۔'' رحل نے جی ہی جی میں اسے کوسا اور پھر شرمندہ سی ہو گئی کیونکہ اس نے ہمیشہ رحل کو عزت سے مخاطب کیا تھا۔ اس نے کوئی ایسی حرکت کبھی کی ہی نہیں جو اسے دشمن ثابت کرتی ہو۔

وہ شام سو کر اٹھی تو باہر سے باتوں اور قہقہوں کی آواز آ رہی تھی۔ سامنے لان میں طارق کزنز کے گھیرے میں تھا۔ سب ہنس بول رہے تھے۔ چائے کا دور چل رہا تھا۔ اس کا جی جل سا گیا وہ نمبر ملاتے ملاتے تھک گئی اور وہ جانے کب سے آیا ہوا تھا۔ ثانیہ نے

اسے سامنے دیکھ کر ہاتھ ہلایا۔

"ادھر ہی آجائیں۔" ثانیہ طارق کے چھوٹے چچا کی بیٹی تھی۔ رحل کی کچھ کچھ اس سے دوستی ہو چلی تھی۔ ثانیہ بولتی تھی اور بے تحاشا بولتی تھی اس کی اس عادت نے رحل کو بوریت اور گھٹن کے احساس سے بچالیا تھا۔

صبا اور عائشہ بھی پھولوں کے کنج کے پاس دھرنا مارے بیٹھی تھیں۔ رحل قصداً ان کی طرف آئی۔ جانے کیوں اسے طارق کا سامنا کرنے سے خوف آنے لگا تھا یوں لگتا تھا جیسے وہ سب کچھ چھین کر اسے بے بس کردے گا۔

"آؤ بیٹھو۔" صبا نے جگہ بنا کر اسے دعوت دی۔

"کیا ہو رہا تھا؟" وہ دھیان بٹانے کی غرض سے بولی۔

"کپڑے سلیکٹ کر رہے تھے۔"

"کس لیے؟" اس نے دلچسپی دکھائی۔

"ولید بھائی کی شادی کے لیے۔"

"کیا؟" وہ ہونق سی نظر آنے لگی تھی۔

"جی ہاں، چچا کہہ رہے ہیں جتنی جلدی شادی ہو جائے اچھا ہے میرا مطلب ہے صرف رخصتی ہی تو ہونی ہے پھر ولید بھائی پہ لڑکیوں کی بڑی نظر ہے۔ خاص طور پہ ان کی فرینڈ سونیا بے چاری تو کوڑے کوڑے ان کے عشق میں ڈوبی ہوئی ہے۔" عائشہ بتا رہی تھی اور اس کا ذہن سائیں سائیں کر رہا تھا۔

اسے پتا تھا اس مرحلے سے بھی اسے گزرنا ہے مگر یہ اتنی جلدی آئے گا اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

آئندہ آنے والے دو دنوں میں گھر میں شادی والی گہما گہمی بھی نظر آنے لگی تھی۔ خریداری عروج پہ تھی۔ وہ سخت پریشان تھی۔ آخر ہمت کر کے طارق کی امی جو عرف عام میں چھوٹی بیگم کہلاتی تھیں ان سے کہہ ہی دیا۔

"میں ابھی ذہنی طور پر تیار نہیں ہوں۔" کہتے کہتے اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔

"کیوں بیٹا! تم رو کیوں رہی ہو ولید نے تو مجھے بتایا تھا کہ تم اور وہ ایک دوسرے کو بے پناہ چاہتے ہو۔ اس لیے تو اس نے یہ خطرناک قدم اٹھایا جس کی وجہ سے دو خاندانوں کے مابین دشمنی کی خلیج اور بھی وسیع ہو گئی ہے ہماری کوشش تو یہی ہے کہ یہ سلسلہ ختم ہو جائے۔" انہوں نے اسے صوفے پہ اپنے پاس بٹھا کر آنسو صاف کیے، رحل کے لیے یہ اطلاع نئی تھی کہ وہ اور ولید طارق ایک دوسرے کو چاہتے ہیں جانے اس نے کیا کیا کہانیاں سنا رکھی تھیں۔ کیا سچ جھوٹ بولے تھے۔

"بڑے کوشش کر رہے ہیں صلح صفائی کی۔ ایک جرگہ کل جائے گا حویلی میں دعا کرو صلح ہو جائے بلکہ ولید کہہ رہا تھا اگر صلح ہو گئی تو تمہارے تایا کی بیٹی کا رشتہ مانگ لیں گے۔ اس کے لیے اسی نے سب کو مجبور کیا ہے اور میرے خیال میں اس کی تجویز کافی اچھی ہے۔ بس اس نے جو یہ قدم اٹھایا ہے وہ ذرا گڑبڑ ہے اسی کی وجہ سے مسائل پیدا ہو رہے ہیں اور تم نہ روؤ۔ ولید نے روتے دیکھا تو پریشان ہو گا اتنے دن ہو گئے ہیں [illegible] تم نے دلوں سے کدورتیں مٹانے [illegible] ہیں اپنا مانا ہے اور یہ بڑی بات ہے، ورنہ نسل در نسل دشمنی کے سلسلے میں ایک عورت کی جو درگت بنائی جاتی ہے اس سے تم بھی واقف ہو گی۔ رحل! میں چاہتی ہوں عورت کا استحصال ختم ہو جائے اور اس کا آغاز تم سے ہو گا تم مضبوط بنو اوپر والا سب بہتر کرے گا۔ سے تو یہ مشکل نکرنا ممکن تو نہیں ہے نا۔" انہوں نے رحل کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

وہ ان کا دل رکھنے کو روتے روتے مسکرا دی۔

☼ ☼ ☼

"مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔" اس نے جونہی فون آن کر کے کان سے لگایا رحل نے سلام کیے بغیر کام کی بات کی تو وہ ہنس پڑا۔

"ذرا پھر سے کہیے گا آپ۔ کیونکہ آپ کی زبان سے اپنے لیے یہ احترام بھرا انداز تخاطب بڑا زبردست لگ رہا ہے۔" وہ ایک بار پھر اس کی بات کو خاطر میں نہیں لا رہا تھا۔ "ضروری بات اب آپ کو اپنے بیڈ روم میں دلہن بنا کر لانے کے بعد ہی ہو گی۔"

"نہیں بن رہی میں دلہن، دھوکہ ہوا ہے میرے ساتھ۔ بے ایمانی کی ہے آپ نے۔"

"کون سی بے ایمانی، کون سا دھوکہ؟" وہ غضب کا اداکار تھا کتنا انجان بنا پوچھ رہا تھا۔

"آپ کے اور میرے درمیان ایک معاہدہ کے تحت نکاح ہوا تھا آپ خوامخواہ رخصتی کا ڈرامہ رچانا چاہ رہے ہیں۔ میں معاہدے کی رو سے باقی رقم آپ کو دیتی ہوں براہ مہربانی آپ مجھے آزاد کر دیجیے میں دشمنی کے اس سسٹم کا حصہ نہیں بننا چاہتی۔ آپ نے میرے ذریعے انتقام کا عمل پورا کیا اس کے لیے باقاعدہ پلاننگ کے ذریعے حویلی میں داخل ہوئے سب کا اعتماد جیتا۔ میری بدقسمتی جو وہاں سے نکلنے کے لیے آپ کو چنا اور آپ نے سب میں مشہور کر دیا کہ میں بھی آپ سے محبت [illegible] بھی بہت چالاک [illegible] مجھے آپ کے ساتھ [illegible] نہیں [illegible] جو کچھ بھی ہو جائے اس کے لیے میں آپ کو منہ مانگی رقم دینے کو تیار ہوں۔" وہ بولتی چلی گئی۔ طارق غصہ دبائے سب کچھ سنتا رہا۔

"میری بھی ایک بات سن لو مجھے شادی کرنی ہے تو تمہارے ساتھ ہی کرنی ہے چاہے کچھ بھی ہو جائے اور تم کیا سمجھتی ہو کہ دولت کے بل پہ تم سب کچھ خرید سکتی ہو، میں بھی کسی سے کم نہیں ہوں۔ آئندہ مجھے رشوت پیش نہ کرنا ورنہ اچھا نہ ہو گا۔"

"اس سے زیادہ کیا برا ہو گا جو میرے ساتھ ہو رہا ہے۔" وہ چیخ پڑی۔

"تمہاری ساری باتوں کا جواب مناسب موقع پہ دوں گا۔" آخری فقرہ کہتے ہی اس نے فون منقطع کر دیا۔ رحل غصے سے بل کھا کے رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

راحیل کو مہو پہلی اتفاقی ملاقات کے بعد ہی بہت اچھی لگنے لگی تھی۔ اس نے بتا دیا تھا کہ اس کی بات اپنے سے نو سال چھوٹے خالہ زاد کے ساتھ طے ہے۔ مہو میں محبت نے بے پناہ طاقت بھر دی تھی۔ اس نے گھر میں کہہ دیا مجھے عمر سے شادی نہیں کرنی۔ ادھر سے راحیل نے اپنے بڑوں کو رشتہ لینے بھیج دیا اس بغاوت کا سر کچلنا ضروری تھا۔ مہو پر راحیل سے ملنے نکلی۔ فاروق نے نگرانی سخت کر دی تھی۔ جونہی وہ حویلی سے نکل کے راحیل کے پاس پہنچی۔ ادھر سے فاروق بھی سب بھائیوں کے ساتھ پہنچ گئے۔ کچھ کہے سنے بغیر فاروق نے ریوالور نکال لیا پہلی گولی انہوں نے مہو پہ چلائی اور پھر چلاتے چلے گئے۔ یہی حال راحیل کا ہوا۔ اس کی خون میں ڈوبی لاش سفید حویلی پہنچی تو کہرام برپا ہو گیا۔ بی بی جان اسے بے پناہ چاہتی تھیں حواس ہی کھو بیٹھیں۔ ایک عرصے تک وہ اسی کیفیت میں رہیں، ولید طارق یہ داستان سنتے سنتے بڑا ہوا تھا۔ انتقام کے شعلے اس کے سینے میں بھی بھڑکتے۔ بی بی جان اب بھی راحیل چچا کو یاد کر کے روتیں تو ولید عہد کرتا کہ گیلانیوں کو مزا چکھا کر رہے گا۔ اور پھر اس کا موقعہ بھی مل گیا۔

وہ ڈرائیور کے ساتھ گاؤں جا رہا تھا۔ راستے میں طویل دو رویہ سڑک آئی تو ڈرائیور نے بتایا کہ یہ سڑک گیلانیوں نے اپنے لیے بنوائی ہے۔ اس کے اختتام پہ حویلی تھی۔ بس یہیں سے اس کا ذہن بدل گیا۔ سارا منصوبہ بھی ترتیب پا گیا۔

اس سے اگلے تین دن اس نے سوچ بچار میں گزار دیے تھے۔ چوتھے روز معمولی سے کپڑوں اور تبدیل حلیے میں وہ گیلانیوں کی حویلی آ گیا۔ سامنا فاروق گیلانی سے ہوا۔ اس نے خود کو دور دراز گاؤں کا باسی ظاہر کیا اور کہا کہ زمین کے تنازعے پہ اس کا خاندان مارا جا چکا ہے صرف چند ایک عزیز رشتہ دار بچے ہیں اور وہ جان بچانے کے لیے یہاں چلا آیا ہے۔ فاروق کو اس کی کہانی نے بڑا متاثر کیا۔ پھر بہت جلد اس نے فاروق کا دل جیت لیا وہ پروانے کی طرح ان کے گرد گھومتا، ہاتھ باندھے حکم کا منتظر ہوتا۔ فاروق نے اسے اپنے ذاتی

خدمت گار عملے میں شامل کرلیا۔ اب وہ اس پہ بہت زیادہ بھروسہ کرنے لگے تھے۔ کچھ ایسے واقعات ہوئے تھے جس کی وجہ سے ان کا اعتبار مکمل پختہ ہو گیا۔ افتخار اور عالیہ کی حادثاتی موت کے بعد ان کی نگاہ دونوں کی جائیداد پہ تھی۔ اس کے لیے بے داغ منصوبہ بندی ضروری تھی۔ فاروق کا ذہن اس معاملے میں بڑا زرخیز تھا۔ طارق کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ مکروہ منصوبہ انہوں نے تیار کیا تھا۔ بالآخر انہوں نے ایک روز اسے اس میں شریک کر ہی لیا۔

انہوں نے رحل کے بارے میں بتایا کہ وہ لاہور میں پڑھ رہی ہے اور اس کا آخری تعلیمی سال ہے۔

"میں اس کی تمام جائیداد پہ قبضہ چاہتا ہوں۔ میرا بھائی شروع سے ہی شہر میں رہا ہے طاقتور اور با اثر لوگوں کے ساتھ اس کے تعلقات رہے ہیں۔ میرا ارادہ تو یہی ہے کہ میں یاسر کے ساتھ رحل کی شادی کر دوں اور آہستہ آہستہ ہر چیز پہ قبضہ کر لوں مگر رحل پڑھی لکھی شہری پروردہ ہے آسانی سے نہیں مانے گی یہ بات دور تک پھیل جائے گی اور ہماری بدنامی ہوگی۔ میں چاہتا ہوں تم اس میں دلچسپی کا اظہار کرو۔ اس کا موقع میں دوں گا تم جوان ہو خوب صورت ہو کوئی بھی لڑکی بڑی آسانی سے تم سے متاثر ہو سکتی ہے رحل کو متاثر کر کے شیشے میں اتارنا تمہارا کام ہے۔ پھر اسے شادی پہ تیار کرو۔ میں ایسے حالات پیدا کر دوں گا کہ تم جونہی اسے شادی کا کہو گے وہ تمہارے ساتھ حویلی سے بھاگنے کے لیے راضی ہو جائے گی اس وقت تم مجھے بتا دینا، وہیں پہ کاری کر کے اسے مار دیا جائے گا تم بھاگ جانا میرا آدمی تمہارے پاس آئے گا اور اتنا کچھ تمہیں دے گا کہ ساری عمر آرام سے بیٹھ کے کھاتے بھی رہے تو ختم نہیں ہوگا۔"

طارق کے دل و دماغ میں ہلچل مچی تھی پر چہرے سے دلی کیفیات اس نے عیاں نہیں ہونے دی تھیں جس موقع کی تلاش میں وہ تھا۔ وہ خود ہی فاروق نے فراہم کر دیا تھا۔

ادھر رحل اس سے آنے بہانے ۔۔ بات کرنے کی کوشش کرتی تو وہ ٹال دیتا۔ پھر رحل سے سامنا ہوا۔ وہ بہانے بہانے سے ٹکراتا رہا۔

وہ لاہور گئی تو فاروق نے اسے بھی وہیں بھیج دیا۔ پھر توقع کے عین مطابق فاروق گیلانی نے ایسے حالات پیدا کر دیے کہ رحل نے اس سے کہہ دیا مجھ سے عارضی نکاح کر لو۔

نکاح سے پہلے اس کے ذہن میں رحل کے لیے کچھ ایسے خاص جذبات نہیں تھے، پر جب اس نے نکاح کا کہا تو اس کا دل چاہا سیدھا اسے سفید حویلی لے جائے اور سب کو کہے کہ آج اس نے بدلہ لے لیا ہے۔

اس نے ہر ممکن طریقے سے رحل کو متاثر کرنے کی کوشش کی پر وہ جانے کس مٹی کی بنی تھی کہ طارق کی مردانہ وجاہت کا جادو اثر انداز ہی نہیں ہو رہا تھا۔ فاروق گیلانی کو وہ رپورٹ بھی دیتا رہتا۔

نتائج کچھ ایسے بھی حوصلہ افزا نہیں تھے۔ اس نے خود کو رحل کے اندازوں سے بھی بڑھ کے لالچی ثابت کیا تھا۔ نکاح کے روز اس کی مطلوبہ [illegible] [illegible] میں رحل کے حوالے سے جو تبدیلی آئی وہ خود اس کے لیے پریشان کن تھی۔ وہ چاہنے کے باوجود فاروق گیلانی کو نکاح کے بارے میں نہ بتا سکا۔ اب رحل کے بارے میں وہ فاروق گیلانی کو جھوٹ ہی بتاتا۔ ایک گھر میں رہتے ہوئے وہ اس کے بارے میں نہ سوچے یہ ممکن ہی نہیں تھا۔ ادھر رحل وقتاً "فوقتاً" اسے یہ باور کرانا نہ بھولتی کہ ان کا رشتہ عارضی نوعیت کا ہے اور وہ ایک دوسرے پہ کوئی حق نہیں رکھتے۔

بس یہیں سے طارق پہ انکشاف ہوا کہ وہ رحل سے سچ مچ محبت کرنے لگا ہے۔ زمانے کی آلودگیوں اور چالاکیوں سے ناآشنا وہ سادہ دل سی لڑکی جانے کب اور کیسے اس کے دل میں دھڑلے سے براجمان ہو گئی تھی اور وہ دن بدن اس کے سحر میں مبتلا ہوتا جا رہا تھا۔

اس نے خود سے عہد کیا تھا کہ رحل کو فاروق گیلانی کے مذموم ارادوں کا شکار نہیں ہونے دے گا۔ پھر بھی

اس کی بات زبان پہ آجاتی۔ جذبات اگر عیاں ہو جاتے تو وہ سہمی ہوئی ہرنی کی طرح بدک بدک جاتی۔ اس سے بچنے کی کوشش کرتی۔

اور پھر فاروق گیلانی کی گندی فطرت نے ایک روز تو حد کر دی۔ رات کے ڈھائی بجے رحل کو فون کر کے جگایا اور بولا کہ وہ ان کا فون ریسیو نہیں کر رہا' اسے جا کے اٹھا دے ان کے منصوبے سے لاعلم وہ طارق کے بیڈ روم تک آگئی اس روز اتفاق ہی تھا کہ اس نے دروازہ لاک نہیں کیا تھا۔ فاروق گیلانی نے طارق کو فون کر کے بتا دیا تھا کہ رحل تمہاری طرف آرہی ہے اس کا غرور پامال کر دو۔"

رشتوں کی اس بے حسی پہ اس کا خون کھول گیا تھا۔ چند لمحوں کے لیے وہ انسانی جذباتی کی کمزوری کا شکار ضرور ہوا لیکن پھر رحل کی عزت کا احساس ہر جذبے پہ غالب آگیا۔ بہت جلدی اس نے خود کو سنبھال لیا اور فاروق گیلانی کو رپورٹ دی کہ رحل باہر سے ہی دروازہ بجا کے چلی گئی ہے۔ پہلی بار انہوں نے اس پہ غصے اور ناراضی کا اظہار کیا تھا۔

"ایسے مرد ہو تم ابھی تک تم سے ایک لڑکی بھی زیر نہیں ہوئی۔ ذہن سے یہ بات نکال دو کہ وہ مالکوں کی بیٹی ہے تمہارا یہی احساس کمتری کامیابی کی راہ میں رکاوٹ بنا ہوا ہے بھول جاؤ سب کچھ۔" پھر انہوں نے رحل کو حویلی بلوا کر یاسر سے شادی کا ڈرامہ رچایا۔ توقع کے عین مطابق وہ پریشان ہو کر اس کے پاس آئی۔ جب وہ اس کے کمرے تک آئی وہ سب بھائیوں سمیت وہاں چلے آئے۔ ارادہ تو یہی تھا موسیٰ کی طرح اسے بھی کاری کر کے مار دیں گے اور بڑے آرام سے اس کی ساری دولت کے مالک بن جائیں گے سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی۔ ادھر طارق نے بھی کچا کام نہیں کیا تھا۔ اپنے کارندوں کو بلوا لیا تھا۔ وہاں سے بحفاظت وہ رحل کو نکال لے آیا۔ فاروق گیلانی کا سارا منصوبہ اس نے چوپٹ کر دیا تھا۔

سفید حویلی میں اس نے یہی مشہور کیا تھا کہ گیلانیوں کی بیٹی اس سے محبت کرنے لگی ہے اور وہ

باقاعدہ منصوبے کے تحت اسے شادی کرکے لائے گا۔ ذکاء الدین آفریدی بہت خوش ہوئے رحل کی پلاننگ والا قصہ نکال کے ولید طارق نے انہیں سب کچھ بتا دیا تھا۔

طارق سچ مچ رحل سے محبت کرنے لگا تھا۔ مگر وہ بار بار اسے یہ جتانا نہ بھولتی کہ ان کا رشتہ کوئی مضبوط رشتہ نہیں ہے۔ وہ اسے بے ایمان اور لالچی سمجھتی تھی۔

وہ تو سوچ رہا تھا دشمنی کی اس خلیج کو پاٹنے کی کوشش کرے گا۔ رحل کے حوالے سے وہ فاروق گیلانی کا راز دار تھا اسے پوری امید تھی اس کی کوشش رائیگاں نہیں جائے گی۔

وہ اپنے تایا کے ارادوں سے لاعلم اسے ہی غلط ذہنیت کا حامل سمجھ رہی تھی۔ اب بہت ضروری تھا اسے فاروق گیلانی کے منصوبے کے بارے میں وہ صاف صاف بتا دیتا' گھر میں شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں' ایسے وقت میں وہ حالات کی سنگینی کے باوجود علیحدگی کا تقاضا کر رہی تھی اس کی چاہت کو مٹی میں رول رہی تھی۔ کیا وہ اسے خود سے دور کرسکے گا اس کی فرمائش پوری کرسکے گا؟ شاید نہیں وہ اتنا باہمت نہیں تھا اس کے لیے اسے رحل کو سب کچھ بتانا پڑے گا تاکہ وہ سچ اور جھوٹ کا فیصلہ تو کرسکے۔

☼ ☼ ☼

وہ سب فاروق گیلانی کی حویلی میں جمع تھے۔

صلح کا فیصلہ کرتے ہوئے فاروق گیلانی کے کندھے جھک گئے تھے۔ شاید وقت کے ساتھ ساتھ سب کچھ بدل رہا تھا یہاں تک کہ ان کی روایات میں دراڑیں آ گئی تھیں' اگر ولید طارق ان کے گھناؤنے منصوبے کے بارے میں زبان کھول دیتا تو ان کی عزت دو کوڑی کی بھی نہ رہتی' وہ پوری برادری کی نگاہ میں گر جاتے برسوں سے سب ان کے فیصلے پہ آمنا صدقنا کہتے آ رہے تھے۔ ان کا کہا پتھر پہ لکیر ہوتا۔ بہتر یہی تھا وہ آفریدیوں کے ساتھ صلح کرلیں ویسے بھی وہ خود چل کے آئے تھے۔ اپنے بیٹے کے اقدام کے بارے میں شرمندہ تھے' وہ ان کی بات مان کر اپنی ناک اونچی کرسکتے تھے۔ ان کی سات پشتوں پہ احسان عظیم کرسکتے تھے اپنی برادری میں وقار بڑھا سکتے تھے۔ صلح سے ان کی طاقت میں اضافہ ہوتا۔ اب تو ان کی اپنی اولاد بھی یہی کہہ رہی تھی صلح میں ہی عزت ہے۔ فاروق گیلانی ذکاء الدین آفریدی کے گلے لگے تو فضا گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھی۔ جو اس بات کا اظہار تھی کہ صلح ہوگئی ہے۔

☼ ☼ ☼

رحل کو بھی پتا چل گیا تھا کہ صلح ہوگئی ہے۔ دوسری خوشی کی خبر زمین کے رشتے کے بارے میں تھی۔ ولید طارق کے تایا کے بیٹے شاہ نواز کے لیے زمین کا پروپوزل بھجوایا گیا تھا۔ معظم بہت خوش ہوا تھا بہن کی اجڑی خزاں زندگی پہ بہار دستک دے رہی تھی اس نے بابا جان کو دلائل دے کر راضی کرلیا۔

"یہ رشتہ بہت اچھا ہے زمین کے لیے ہر لحاظ سے بہتر ویسے بھی اپنے خاندان میں تو کوئی کرے گا نہیں' کیونکہ [illegible] نام کے ساتھ مرد کا نام وابستہ ہوجائے پھر وہ اس کی رہتی ہے چاہے وہ مر کیوں نہ جائے یہ روایت صرف ہماری عورتوں کے لیے کیوں ہے خاندان میں ویسے بھی میری بہن کی نحوست مشہور ہوچکی ہے اگر آپ اس کی شادی کے لیے راضی بھی ہوں گے تو کون کرے گا اس سے شادی کوئی بھی نہیں۔ اس سے بہتر تھا ہم اسے مار دیتے یوں جیتے جی زندہ لاش تو نہ بناتے اگر رحل کا رشتہ آفریدی خاندان میں ہوسکتا ہے تو زمین کا کیوں نہیں۔ شاہ نواز ڈاکٹر ہے زمین کا تقریباً ہم عمر۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کوئی برائی ہے اگر اب بھی ہم نہ سمجھے تو کوئی اور رحل پیدا ہوجائے گی جو پھر کسی ولید طارق سے [illegible] اور دشمنی کا یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔

ہمارے لیے خوشی کی بات ہونی چاہیے کہ آپ کے جیتے جی زمین کا گھر بس جائے میری رائے تو یہی ہے کہ ہاں کردی جائے۔" معظم کا لہجہ کھرا اور دو ٹوک

تھا۔ وہ کمزور سے پڑ گئے۔

سفید حویلی سے عورتیں اور مرد رسم کرنے آئے تھے۔ زمین کی تصویر بھی شاہ نواز کو دکھانے کے لیے دی گئی۔ وہ ایک معتدل روشن خیال سلجھا ہوا نوجوان تھا ویسے بھی بات دشمنی ختم کرنے کی تھی اس نے بخوشی رضامندی دے دی۔ ولید طارق نے زمین کی بہت تعریف کی تھی جس سے اس کا اشتیاق دوچند ہوچکا تھا۔

حویلی میں قیام کے دوران طارق نے یہ بات شدت سے محسوس کی تھی کہ زمین کسی نجات دہندہ کے انتظار میں ہے یہ انتظار ایسا ہوتا ہے کہ انسان ہر آنے والے کو [illegible] تصور کرتا ہے ایسا ہی اس کے ساتھ بھی ہوا' وہ [illegible] رکھتی تھی طارق نے اسے صاف لفظوں میں باور کرادیا تھا کہ وہ اس کے لیے نجات دہندہ نہیں بن سکتا۔ شکر ہے کہ وہ سمجھ گئی تھی۔

اب وہ بہت خوش تھا کیونکہ شاہ نواز بہت پرخلوص انسان [illegible] کوئی بھی لڑکی اس کی رفاقت پہ فخر محسوس کرسکتی [illegible]

اب طارق اور شاہ نواز کی شادی ایک ساتھ ہونا قرار پائی تھی۔

☼ ☼ ☼

رحل کل واپس جا رہی تھی۔ اسے اپنے آبائی گھر سے رخصت ہوکر یہاں آنا تھا۔ ٹی وی لاؤنج میں وہ سب [illegible] ہنسی مذاق چل رہا تھا۔ طارق ان کے درمیان ابھی ابھی آیا تھا۔ باہر کا موسم بڑا دلکش اور خوب صورت ہو رہا تھا۔

رحل صبا کی کسی بات پہ بے ساختہ کھلکھلائی تو طارق نے بڑے غور سے اسے دیکھا جس پہ اس کی ہنسی کو بریک لگ گئے۔ ہونٹ سیپی کی طرح جڑ گئے اور چہرہ سنجیدگی و خفگی کی تصویر پیش کرنے لگا۔

"ولید بھائی! رحل کل جا رہی ہے۔" ثانیہ نے اسے چھیڑا تو وہ تپ سا گیا۔

"میں کیا کروں روک لوں؟" رحل نے شکوہ کناں نگاہوں سے اسے دیکھا گویا کہہ رہی ہو۔ "تمہیں کوئی پروا نہیں تم تو بڑی محبت کے دعوے کررہے تھے۔"

"اب یہ پندرہ دن کے بعد آئیں گی شاہ نواز بھائی کی دولہن کے ساتھ۔" صبا نے پندرہ دن پہ زور دیتے ہوئے کہا تو رحل اٹھ کر باہر آگئی کیونکہ جب اسے شرارتی نگاہوں سے دیکھنے لگے تھے ان کا ارادہ یقیناً اس کا ریکارڈ لگانے کا بھی ہوگا' اس نے دبی دبی مسکراہٹوں سے بھانپ لیا تھا۔

"آپ دونوں کے بیچ جانے کیا ہے مجھے سمجھ میں نہیں آتا رحل اکھڑی اکھڑی اور بیزار نظر آتی ہے۔" صبا نے کچھ اگلوانا چاہا۔

"مجھے تو لگتا ہے ایسا سونیا کی وجہ سے ہے۔" ثانیہ دور کی کوڑی لائی تھی۔

"ارے نہیں' وہ صرف میری اچھی دوست ہے۔ میں نے اسے دوست سے زیادہ کچھ نہیں سمجھا۔" اس نے جیسے جان چھڑائی تھی۔

☼ ☼ ☼

رات کو کھانے کی میز پہ بھی رحل خاموش خاموش سی تھی' خاص طور پہ طارق نے اس کی کیفیت کو واضح طور پہ محسوس کیا تھا۔ وہ بہت اکھڑی اکھڑی سی لگ رہی تھی۔ بڑوں کے فیصلے کے بعد چند دن کے وقفے سے طارق اور شاہ نواز کی بارات جانی تھی۔ اس لیے کل رحل جا رہی تھی۔ اندر سے وہ بھی خوفزدہ تھی جانے کیا ہوگا؟ مگر سب نے یقین دلایا تھا ناراضیوں کے بادل چھٹ گئے ہیں۔ کوئی تمہیں کچھ نہیں کہے گا اس کا واضح ثبوت سہیل چچا اور معظم بھائی کی فون کال تھی۔ اس کے دل کو بھی حوصلہ ہوا تھا۔

بس یہ ولید طارق کا حالیہ رویہ تھا جس کی وجہ سے وہ الجھی ہوئی تھی۔ اس نے روبرو آکے کوئی بات نہیں کی تھی۔ کچھ بھی تو نہیں کہتا تھا وہ' یہاں لاکے جیسے اسے بھول گیا تھا وہ لاشعوری طور پر اس کی توجہ کی عادی ہوگئی تھی۔

سفید حویلی آنے کے بعد اس نے بارہا دل کو ٹٹولا۔ نکاح سے لے کر اب تک جو واقعات ہوئے تھے اس نے سب کا ایمانداری سے تجزیہ کیا تھا۔

اس نے نکاح کے وقت سوچا تک نہ تھا کہ وہ ولید طارق کے بارے میں اس طرح سوچے گی اور پھر سچ مچ اس کے سحر میں مبتلا ہو جائے گی۔

ہاں یہ معجزہ ہو چکا تھا۔

زمین کے رشتے کے لیے کی جانے والی اس کی کوششیں ڈھکی چھپی تو نہیں تھیں۔ اس کے رحل کے لیے خصوصی جذبات نظر انداز کرنے کے قابل تو نہیں تھے۔

☼ ☼ ☼

وہ ابھی ابھی شاور لے کر باتھ روم سے نکلی تھی۔ بال برش کرنے کے بعد اس نے بیگ کھول کے سامنے رکھا، کچھ ضروری سامان کی پیکنگ کرنی تھی۔ الماری کھول کے اس نے ہینگ کیے ہوئے سوٹ باہر نکالے۔ اتنے میں دروازے پہ دستک ہوئی۔ اس وقت کون ہو سکتا ہے؟! اس نے اندازہ لگاتے ہوئے دروازہ کھولا۔

سامنے ولید طارق کھڑا تھا۔

رحل کی حیرت بھری نگاہ خود پہ ٹکے دیکھ کر اس نے بمشکل اپنی بے ساختہ مسکراہٹ کا گلا گھونٹا۔

"تیاری ہو رہی ہے جانے کی۔ بڑی خوش لگ رہی ہیں۔" اس نے رحل کو چھیڑا۔ وہ مصروف نظر آنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ مڑی تو۔۔ طارق نے اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جھلمل دیکھی۔

جانے اسے کیا ہوا کہ دروازہ کھول کے باہر نکل گئی۔ وہ سر پہ ہاتھ پھیر کے رہ گیا۔ باہر نکل کے اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ اس وقت کمرے سے باہر وہ کہاں جا سکتی ہے اس نے اندازہ لگانا چاہا۔

باہر بارش برس رہی تھی۔ وہ گول ستون کے ساتھ ٹیک لگائے یک ٹک برستی بارش کو دیکھ رہی تھی۔ جانے کیوں۔۔ بے نام سے دکھ کی ایک لہر اسے بھگو گئی۔ کیا یہ نازک سی لڑکی ہمیشہ اس کی طرف سے دل میں کدورت رکھے گی۔ وہ شاید اسے کبھی بھی اپنی محبت کا یقین نہیں دلا پائے گا۔ وہ آہستگی سے اس کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا۔

"آخر کون سا جرم سرزد ہوا ہے مجھ سے جو یوں آپ نیر برسا رہی ہیں۔" وہ یوں بدکی جیسے کرنٹ لگا ہو اس کی نگاہوں کی بے یقینی ولید طارق کے دل کو انوکھے احساس سے دوچار کر گئی۔ اس نے رحل کے ہاتھ کو پکڑا اور بزور طاقت کھینچتا ہوا اپنے بیڈ روم تک لایا۔ رحل نے مزاحمت کی کوشش کی جو حسب سابق کامیاب نہ ہوئی۔

دروازہ لاک تھا۔ وہ مڑ کر دراز میں کچھ ڈھونڈنے لگا۔ واپس مڑا تو اس کے ہاتھ میں کچھ کاغذ دبے ہوئے تھے، جو اس نے رحل کے آگے پھینکے۔ وہ پہلی نگاہ میں ہی پہچان گئی۔ یہ اسی کے سائن کیے ہوئے چیک تھے جو اس نے طارق کو عارضی نکاح کے عوض دیے تھے۔ اس نے انہیں کیش نہیں کرایا تھا۔

"اچھی طرح دیکھ لو۔ اتنی ہی رقم تھی ناں۔" وہ تصدیق چاہ رہا تھا۔ "اگر میں اپنی حقیقت ظاہر کر دیتا تو تم کبھی یقین نہ کرتیں [illegible] لالچی نوجوان بنا کر پیش کیا۔ وقتاً فوقتاً میں جو کچھ کہتا رہا وہ اسی سلسلے کا ہی حصہ تھا میرا قصور اتنا سنگین ہے کہ معافی ہی نہ ملے۔" پھر اس نے وہ سب گوش گزار کر دیا۔ "حالانکہ تمہارے تایا نے تمام اختیار مجھے سونپ دیے تھے میں جو چاہوں کروں۔ تم کو رات کے دو بجے اٹھا کر مجھے جگانے بھیجنا اسی [illegible] مگر مجھے تمہاری عزت عزیز تھی۔ کیونکہ تمہارے تایا کے نمک خوار بھی وہیں تھے اس لیے تو ایک رات جب تم بات کرنے میرے کمرے تک آئیں تو میں نے تمہیں ڈانٹ دیا کیونکہ فاروق گیلانی نے برکت سمیت دیگر ملازمین کو بھی تم پہ نظر رکھنے کو کہا تھا۔ اگر میں جذبات کا مارا ہوتا تو بہت شروع میں ارمان پورے کر چکا ہوتا۔ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں کچھ نہ کچھ کہہ دیتا جو تمہیں بلیک میلنگ لگتی تھی۔

باقی بات رہ گئی علیحدگی کی تو میں ایسا کبھی نہیں کروں

گا کیونکہ مجھے تم سے محبت ہے، سچی اور گہری۔" اس کا لہجہ صاف اور کھرا تھا۔ "میں دعا کروں گا تمہیں بھی مجھ سے محبت ہو جائے۔"

زندگی میں چند موقعے ہی ایسے آئے تھے جب طارق نے اسے "تم" کہہ کر مخاطب کیا تھا اور اسے بہت انوکھا احساس ہوا تھا۔ "اگر تمہاری جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو خوشی سے پاگل ہو جاتی جو اسے اتنا چاہنے والا ملا ہے۔" رحل اس کے ایک ایک لفظ کو پوری توجہ سے سن رہی تھی۔

جلتے دل پہ جیسے شبنم کی پھوار پڑی تھی۔ ایسا واضح اقرار ہی تو سننے کی تمنا رکھتی تھی جو ولید طارق نے کبھی نہیں کیا تھا۔

"آپ سے کس نے کہا کہ میں الگ ہونا چاہتی ہوں۔" وہ بولتے ہوئے دروازے کے پاس پہنچ گئی۔

"اتنی دیر سے کیوں کہا یہ۔"

وہ اس کے پاس آ رکا۔ "اسی لیے کہ اس سے پہلے آپ نے بھی تو کبھی اپنے جذبات کا ڈھنگ سے اظہار نہیں کیا تھا۔"

وہ مسکرائی اس کا ہاتھ ولید طارق کے ہاتھ میں تھا جو اسے تحفظ کا احساس دلا رہا تھا۔

"بے ایمان لڑکی! نکاح کے بعد میں جو کچھ کہتا رہا وہ اظہار ہی تو تھا۔"

"اظہار سے زیادہ دھمکی کہیے۔" اس نے آہستگی سے ہاتھ چھڑایا۔

"[illegible] کہا تھا ہمارا رشتہ عارضی ہے۔ اس لیے میں سب کچھ کہتا رہا کہ شاید تمہارے دل پہ اثر ہی ہو جائے۔" اس نے شوخ نگاہوں سے رحل کو تکتے ہوئے کہا جو باہر نکل رہی تھی۔ "خیر ایک بار ہاتھ تو لگو میرے پھر دیکھنا۔"

رحل نے پلٹ کر اسے دیکھا اور ہاتھ ہلاتی راہداری میں مڑ گئی بارش کو دیکھنے کے لیے۔

ولید طارق بھی اس کے پیچھے آ گیا۔

رحل پہلے والی جگہ کھڑی سرمستی کے عالم میں برستی بارش کی چھم چھم سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

"اگلی بارش اس سے زیادہ اچھی ہو گی۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تم ہمیشہ کے لیے میرے گھر آ جاؤ گی ناں۔" ایک مطمئن اور آسودہ سی مسکراہٹ ولید طارق کے ہونٹوں پہ چمکی۔

برسات کی خوب صورت اور البیلی رات تھی۔ اسے یقین تھا رحل کی ہمراہی میں بہت جلد ایسی بے شمار خوب صورت راتیں آنے والی ہیں۔

☼